مسلسل اشاعت کے 57 سال

ماہنامہ الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

676/جمادی الاول ۱۴۴۳ھ، دسمبر ۲۰۲۱

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق

بانی: شہید مولانا سمیع الحق

سرپرست اعلیٰ: مولانا انوار الحق

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ن النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر 57

شمارہ نمبر 03

جمادی الاول ۱۴۴۳ھ

دسمبر ۲۰۲۱ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

بانی	باہتمام	نگران	مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	مولانا حامد الحق حقانی	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی

ناظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

فہرست مضامین

- نقش آغاز: سعودی عرب میں نئی تبدیلیوں کے اثرات، خیبر پختونخوا کے بلدیاتی انتخابات میں تبدیلی کا جنازہ، حضرت مولانا رشید احمد کی وفات .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- عظمت قرآن کریم .... شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق مدظلہ ۵
- مجاہد کی اذاں اور .... حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ۱۱
- مسلم ملکوں میں اقلیتوں کے حقوق: اسلامی نقطہ نظر .... مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۱۸
- کسی کو برا کہنے کا انجام پہلے برسوں میں اب دنوں میں .... مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی ۲۶
- ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت بیاد مولانا سمیع الحق شہیدؒ ...... مولانا محمد عمر انور بدخشانی ۳۲
- ماہنامہ ''الحق'' کا شاہکار: مولانا سمیع الحق شہیدؒ نمبر .... مولانا محمد شفیع چترالی ۳۴
- تفسیر قرآن کے اصول اور ہمارا روایتی طرز عمل .... مولانا سعید الحق جدون ۳۷
- راشد المہدیہ .... مولانا الطاف الرحمٰن عباسی ۴۱
- دیار خلافت کا سفر شوق .... مولانا ڈاکٹر قاسم محمود ۴۴
- افکار و تاثرات (جنرل مرزا اسلم بیگ، مولانا اسعد تھانوی، ڈاکٹر قبلہ ایاز، محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ، مولانا نعمان نعیم، مولانا قاسم محمود، مولانا اصلاح الدین حقانی، مولانا شفیق ملکانوی، ڈاکٹر محمد امین، قاری محمد شاہ) ...... ادارہ ۵۰
- ہمارے شیخ سب کچھ تھے مفسر تھے، محدث تھے ...... (مرثیہ) .... مولانا محمد فضل عظیم اسعد ۵۸
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۹
- تعارف و تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۱

نقش آغاز مولانا راشد الحق سمیع

سعودی عرب میں نئی تبدیلیوں کے اثرات

کچھ عرصے سے برادر اسلامی ملک سعودی عرب سے وقتاً فوقتاً مختلف پریشان کن خبریں آتی رہتی ہیں کہ وہاں کی نئی نوجوان حکمران قیادت سعودی عرب میں مختلف شعبوں میں اصلاحات کرنے میں مصروف ہے۔ یہ اصلاحات پہلے پہلے معاشی اقتصادی صورتحال کے حوالے سے تھیں جس پر دنیا بھر کے مسلمانوں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی کیونکہ یہ ان کا ذاتی معاملہ تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مذہبی اقدار، روایات اور مروجہ نافذ شدہ اسلامی احکامات کے سلسلے میں بھی کئی اقدامات کرنے کی ٹھانی جس پر انہیں دنیا بھر سے شدید تنقید کا نشانہ بنا پڑا۔ حال ہی میں اُن کی جانب سے تبلیغی جماعت کی نقل وحرکت پر پابندی لگادی گئی حالانکہ تبلیغی جماعت نے ہمیشہ سے اپنی یہ پالیسی رکھی ہے کہ پارلیمانی اور غیر پارلیمانی سیاست سے دور رہتے ہوئے خالص مذہبی امور کی مسلمانوں کو دعوت دیں۔

یہ جماعت اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر تک لاتے ہیں، ان میں خوف الٰہی وآخرت کا جذبہ پیدا کرکے عمل پر ابھارتے ہیں، اسی لئے اس جماعت کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ یہاں آسمان کے اوپر یا زمین کے نیچے کی باتیں ہوتی ہیں۔ دنیا بھر میں تبلیغی جماعت کے افراد کبھی کسی دہشت گردانہ کارروائی میں شامل نہیں ہوئے اور انھوں نے اپنے آپ کو سیاسی مہم جوئی سے بھی ہمیشہ دور رکھا بلکہ بعض لوگوں کو تو ان پر اعتراض رہتا ہے کہ وہ عزیمت کے مقابلہ رخصت کا راستہ اختیار کرتے ہیں، اُن کا صرف ایک کام ہے کہ بندوں کو ان کے خالق سے جوڑنا اور یہ کام نہایت ہی خاموشی سے انجام دیتے ہیں۔ جن لوگوں نے جماعت کو قریب سے دیکھا ہے، وہ اس جماعت کو خالص دینی جماعت سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈے اور ایسی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔ سعودی عرب میں کام کی عمومی اجازت تو پہلے بھی نہیں تھی، صرف چشم پوشی سے کام لیا جاتا تھا مگر اب باضابطہ سرکاری علما وخطبا کے ذریعہ تبلیغی جماعت کے خلاف تقریریں کرائی جارہی ہیں اور جو پابندی پہلے سے موجود تھی، ان کو مزید سخت کیا جارہا ہے تاکہ مغرب میں ان کا سوفٹ امیج قائم ہوسکے اور ان پر مذہبی شدت پسندی کا جو لیبل لگا ہوا ہے اس کو اتارا جائے۔ اسی طرح ریاض اور جدہ میں موسیقی کے بڑے بڑے کنسرٹ منعقد کئے جارہے ہیں اور دنیا بھر سے رقاصاؤں اور گلوکاروں کو مدعو کیا جارہا ہے، یہ سب کچھ تبدیلی کے نام پر ہورہا ہے، اسی ''تبدیلی'' نے پاکستان کا بھی بیڑہ غرق کیا اور اب سعودیہ میں بھی تبدیلی کی تباہ کن ہوائیں چلائی جارہی ہیں۔ معلوم نہیں کہ ۲۰۳۰ء کا وژن سعودی عرب کو کہاں پہنچائے گا؟

تبلیغی جماعت پر پابندی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مغربی اور اسلام دشمن ممالک میں بھی فرقہ پرست اور غیر مسلم گروہوں وحکومتوں نے تبلیغی جماعت پر پابندی کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے شرور سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ (آمین) اس سلسلے میں گزشتہ دنوں صدر وفاق المدارس العربیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی سرپرستی میں علماء کے ایک وفد نے سعودی سفیر سے ملاقات کی اور انہیں سعودی حکومت کی طرف سے لگائی گئی پابندی پر پاک و ہند کے مسلمانوں کے تحفظات اور خدشات سے آگاہ کیا۔ دراصل یہ پابندی ایک ایسی خالص اسلامی، اصلاحی دعوتی اور بے ضرر تحریک کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے جس نے پُر رونق شہروں سے لے کر چھوٹے چھوٹے قریوں، دیہاتوں، صحراؤں اور جنگلوں تک دین پہنچانے اور مسلمانوں میں اپنی مذہبی شناخت پیدا کرنے کیلئے تکلیفیں اٹھائیں اور آج اس کا نفع ہر کوئی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ہم دین کے تمام کاموں کی دل سے قدر کرتے ہیں اور مختلف تنظیموں اور تحریکوں کے کاموں کو اختلاف کار کے بجائے تقسیم کار خیال کرتے ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ دعوت وتبلیغ کی یہ تحریک جتنی دوررس اثر کی حامل ہے اور جتنی انقلاب خیز، اثر انگیز اور طریقہ کار کے اعتبار سے سادہ اور آسان ہے اور جس طرح قدم قدم پر لوگوں کو اللہ سے لو لگانے کا عادی بناتی ہے وہ ایک نمونہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ وقت کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ بارانِ حق کا امین اور سحاب رحمت بن کر بے طلبوں تک پہنچے اور ان میں طلب اور پیاس پیدا کرے اور یہ جماعت عملاً اِس وقت اِس کام کو انجام دے رہی ہے اللہ اسے حاسدین کے حسد سے محفوظ رکھے اور پورے عالم میں اس کے فیض کو عام فرمائے۔ (آمین)

خیبر پختونخوا کے بلدیاتی انتخابات میں تبدیلی کا جنازہ

خیبر پختونخوا میں بلدیاتی انتخابات میں مذہبی جماعتوں کے کارکنوں کی کامیابی نے قومی سطح پر ایک سیاسی ہلچل پیدا کر دی ہے۔ جمعیت علما اسلام کی مقامی حکومت کے انتخابات میں کامیابی نے نہ صرف حکومت وقت بلکہ دیگر بڑی سیاسی جماعتوں کو بھی قدرے پریشان کردیا ہے۔ ہماری نظر میں اس کامیابی کی کئی وجوہات ہیں مثلاً موجودہ حکومت کی نااہلی، کرپشن، تاریخی مہنگائی کے ساتھ ساتھ پڑوس میں افغانستان میں طالبان کی فتوحات کے خوشگوار اثرات اور شہیدوں کے خون کی برکات بھی شامل ہیں۔ان شاء اللہ اس کے دوررَس اثرات مستقبل کی سیاست میں بھی نظر آرہے ہیں، خیبر پختونخوا اپنی روایتی ثقافتی و مذہبی اقدار کے اعتبار سے افغانستان کے ساتھ جڑا ہوا ہے الحمدللہ صوبہ میں اکثریت دین واسلام سے محبت کرنے والوں کی ہے۔اب اصل آزمائش نومنتخب ممبران پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے

علاقے اور ضلع کی عوام کی خدمت کس حد تک کرتے ہیں؟ اور اپنے دینی تشخص اور وقار کو کس حد تک محفوظ بنا سکتے ہیں؟ موجودہ ملکی حالات میں اگر ایم ایم اے کی طرح مذہبی جماعتوں کا اتحاد قائم ہو جائے تو اس سے قومی، ملی استحکام پیدا ہوگا۔ اگر مذہبی جماعتوں نے مل بیٹھ کر آئندہ کا لائحہ عمل طے نہ کیا تو بیرونی قوتوں کے مفادات کی تکمیل کرتے کرتے خدانخواستہ ملک وملت کا مقدر بھی داؤ پر لگ سکتا ہے۔ اسکے علاوہ ایک بہت بڑا خطرہ روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی کا بھی ہے۔ غریب عوام کا جو حال موجودہ دور میں ہو رہا ہے اور جس بیدردی کے ساتھ انہیں روز بروز لوٹا جا رہا ہے تو اس سے ان کے جسم ناتواں کا رواں رواں فریاد کناں ہوگیا ہے لہٰذا مذہبی جماعتوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قوم کے وسیع تر مفاد کے لئے ہر قسم کی رنجشوں کو بالائے طاق رکھ کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں کیونکہ لبرل سیاسی جماعتیں سب کی سب فیل ہو چکی ہیں اور آپ ہی اب قوم کے لئے نوید سحر ثابت ہو سکتے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد کی جدائی

جمعیت علمائے اسلام سعودی عرب کے سابق امیر اور حجاز مقدس کے دروازے (جدہ شہر) میں علماء واکابرین کے دیرینہ میزبان حضرت مولانا رشید احمد صاحب گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا رشید احمد صاحبؒ دارالعلوم حقانیہ کے فیض یافتہ تھے اور ان کی فراغت جامعہ بنوری ٹاؤن سے ہوئی تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صفات عالیہ سے نوازا تھا۔ عمر بھر سعودی عرب میں مقیم رہے، خطابت، درس وتدریس، حجاج کرام کی خدمت اور سیاست آپ کی شخصیت کے عناصر اربعہ تھے۔ آپ بیک وقت حضرت مولانا فضل الرحمن مدظلہ اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ گہرے تعلقات اور خلوص محبت قائم رکھنے کے روادار تھے۔ حرمین شریفین میں دونوں اکابرین کے ساتھ آپ کی محبت بھری مجلسوں سے دل ودماغ اب بھی معطر ہے، آپ عجیب باغ و بہار شخصیت تھے۔ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل کئی برس بعد دارالعلوم تشریف لائے اور دو تین گھنٹے میرے دفتر میں میرے ساتھ تشریف فرما رہے اور حضرت والد صاحب شہیدؒ کا ذکر خیر اور تذکرہ مسلسل فرماتے رہے۔ اپنی بے پایاں شفقت ومحبت اور قندو نبات سے لبریز گفتگو سے مجھے محظوظ فرماتے رہے اور دارالعلوم کی عظیم الشان نئی تعمیرات پر بہت زیادہ خوش تھے۔ دارالعلوم سے رخصت ہوتے وقت مجھ سے دوبارہ ملنے کا وعدہ بھی فرمایا اور میرے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ ابھی چند دن پاکستان میں مزید رُکوں گا۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ اب دوبارہ ملاقات شاید صبح قیامت کو ہی ممکن ہو سکے، حضرت جیسی مخلص سرپرست ومہربان بزرگ کی جدائی سے ذاتی طور پر بہت افسردہ ہوں، آپ نے عمر بھر علاقے میں متعدد بے شمار فلاحی کام کئے اور غریب پہاڑی علاقے کیلئے آپ کی ان گنت خدمات سے پورا علاقہ مستفید ہوتا رہا۔ ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

عظمتِ قرآن کریم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد فأعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (یونس: ٥٧)

"لوگو! تمہارے پاس ایک ایسی چیز آئی ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک نصیحت ہے اور دلوں کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان ہے۔"

وقال النبی صلی الله علیه وسلم: إن الله یرفع بهذه الکتاب اقواماً ویضع به آخرین (رواه مسلم)

"اللہ تعالیٰ اس کلام (قرآن) کی برکت سے بہت سے اقوام کو عروج دیتا ہے اور بہت سوں کو زوال دیتا ہے"

معزز سامعین!

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا اور پھر ان تمام مخلوقات کے فلاح و بہبود کے لئے وسائل بھی عنایت فرمائے۔ ان مخلوقات میں ایک اہم انسان بھی شامل ہے جس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مختلف زمانوں میں انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرما کر ان پر مختلف کتابیں نازل فرمائیں، ان انبیائے کرامؑ کی تعلیمات ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت اور فرمانبرداری تھی تو دوسری طرف یہ تعلیمات ایک کامیاب دنیوی زندگی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی تھی، ان انبیائے کرام علیہم السلام کی آخری کڑی نبی آخر الزمان، فخر موجودات، شفیع المذنبین، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے جس نے رحمۃ للعالمین بن کر تمام عالم انسانیت کی دنیوی و اُخروی رہنمائی فرمائی اور رشد و ہدایت، رحمت و کرم سے مزین کتاب قرآن مجید جیسا مکمل و اکمل دستور حیات مہیا فرمایا۔

قرآن پر ایمان وعمل کا نتیجہ

محترم حضرات! اگر ہم تاریخ کے اوراق پر نظر دوڑائیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مکہ کی سرزمین پر بسنے والی قوم اپنے زمانے کی اجہل ترین اور ظالم قوم تھی جھگڑے، فساد، لڑائی قتل وغارت، بدامنی، شراب نوشی، چوری اور ڈاکے حتیٰ کہ ہر وہ بڑا کام جو انسان ومعاشرہ کو تباہ کرتا ہے ان میں موجود تھا مگر پھر کیا ہوا؟ کس چیز نے ان کی کایا پلٹ دی جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، اب ایک دوسرے پر جان نچھاور کرنے لگے جو ایک کھجور دینے کو تیار نہ تھے اب پورا پورا باغ وقف کرنے لگے۔ وہ قوم جو دنیا کی ارذل ترین قوم تھی اب معزز ترین قوم بن گئی جو غلامی کی زندگی بسر کررہے تھے اب رہبر و رہنما بن گئے، وجہ قرآن مجید کی نسبت، قرآن مجید پر ایمان اور قرآن مجید کے احکامات پر اپنی زندگی بسر کرنا تھی، قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس طرح آج میں بیان کررہا ہوں اور آپ سن رہے ہیں تو یہ میرا کلام ہے، اسی طرح قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، جبریل علیہ السلام نے سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، یہ عظیم کتاب جس کے فضائل آپ نے سنے ہونگے، آج میں آپ کو قرآن مجید کی نسبت کے فضائل بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

قرآن مجید سے نسبت

محترم سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تمام نسبتوں کو عالی مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے، اگر ہم غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو جس فرشتے کے ذریعے نازل فرمایا اُس فرشتے (جبریل علیہ السلام) کو تمام فرشتوں پر فوقیت عطا فرمائی۔ تمام فرشتوں میں سب سے زیادہ فضیلت اور مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کو حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ''روح الامین'' کے لقب سے یاد کیا گیا چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (الشعراء:۱۹۳۔۱۹۴)

''اے پیغمبر! تمہارے قلب پر اترا ہے تاکہ تم ان (پیغمبروں) میں شامل ہو جاؤ جو لوگوں کو خبردار کرتے ہیں۔''

اسی طرح اس قرآن مجید کو جس ماہ مبارکہ میں اتارا، اُس مہینے کو تمام مہینوں پر فضیلت مقام و مرتبہ عطا فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ : ۱۸۵)

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔"

رمضان المبارک کی فضیلت واہمیت کسی پر مخفی نہیں جس کی تفصیل کتابوں میں بیان ہوئی ہے مختصراً یہ کہ رمضان کے بارے میں حدیث قدسی ہے کہ الصوم لی وانا اجزی" یہ رمضان کا روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ ہوں۔"

بہرحال! یہ قرآن مجید کے نزول کا مہینہ اتنا مبارک ترین ٹھہرا کہ رب کائنات اپنی ذات مقدسہ بدلہ کے طور پر پیش فرماتے ہیں، یہ رتبہ ومرتبہ قرآن مجید کی نسبت سے عطا ہوا۔ یہ نسبت آگے چلتی ہوئی جس رات پر پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ اس رات کو تمام راتوں سے ہی نہیں بلکہ ہزار مہینوں سے بھی افضل بنا دیتا ہے یعنی نزول قرآن کی رات، اللہ تعالیٰ نزول قرآن کی رات کو لیلۃ القدر سے تعبیر فرماتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَا أَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (القدر: ۱۔۳)

"بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا چیز ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے"

پھر اس لیلۃ القدر یعنی شب قدر کی رات عبادت کو ہزار مہینے عبادت کرنے سے بھی بہتر بنادیا اور اس رات عبادت کو سابقہ تمام گناہوں کے لئے مغفرت وبخشش کا ذریعہ بنایا چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: من صام رمضان ايماناً واحتساباً غفرله ماتقدم من ذنبه ومن قام ليلة القدر ايمانا واحتساباً غفرله ماتقدم من ذنبه (رواه البخاری)

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کی حالت میں رکھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے اور جس نے شب قدر میں قیام ایمان واحتساب کی حالت میں کیا تو اس کے بھی تمام پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے"

بہرحال! قرآن مجید کی نسبت سے رات سے قیمتی ترین رات بن گئی۔

محترم سامعین! قرآن مجید کی نسبت کی بات کررہا تھا کہ جس چیز کے ساتھ بھی نسبت پیدا

ہوئی وہ چیز کائنات کی ایک انمول شے قرار پائی اوراس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی چنانچہ یہ قرآن جس زمین اور شہر میں نازل ہوا اللہ تعالیٰ کو وہ جگہ اتنی محبوب ہوئی کہ اس کی قسم کھاتا ہے جیسا کہ ارشاد یہ ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (البلد: ۱) "میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی"

اس طرح جس زبان میں نازل فرمایا تو اس زبان کو کائنات کی بہترین زبان قرار دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی نسبت کی وجہ سے فرمایا:

احبوا العرب لثلاث،لانی عربی والقرآن عربی، وکلام اهل الجنة عربی" (رواه البیهقی)

"تین چیزوں کی وجہ سے عرب سے محبت کرو، ایک میں عربی ہوں،قرآن عربی میں ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔"

تلاوت قرآن کی فضیلت

یہ چند مثالیں میں نے آپ کے سامنے ذکر کیں ورنہ دنیا و آخرت کی تمام کامیابیوں کامرانیوں،عروج وترقی کا راز اسی قرآن مجید میں مضمر ہے،قرآن کے پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ

عن أبی هريرةؓ قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم أيحب أحدكم اذا رجع إلی أهله أن يجدفيه ثلاث خلفات عظام سمان قال نعم قال فثلاث آيات يقرأ بهن أحدكم فی صلاته خيرله من ثلاث خلفات عظام سمان (رواه مسلم)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ جب گھر میں لوٹ جائے تو وہاں تین حاملہ اور فربہ و بڑی اونٹنیاں پائے،ہم نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص اپنی نماز میں قرآن کی تین آیتیں پڑھتا ہے تو وہ اس کے لئے تین حاملہ اور بڑی موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہے"

حدیث مبارکہ کے مطابق جو شخص صرف قرآن مجید کی تین آیتیں تلاوت کرتا ہے اس کے

لئے یہ اجروثواب ہے اور جو قرآن کو اپنے سینے میں محفوظ کرے گا۔اس قرآن مجید پر عمل کرے گا، اس کا کیا حال ہوگا؟

کتاب اللہ سے دوری کا نتیجہ

میرے محترم دوستو! میری ان باتوں کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ قرآن کی عظمت وفضیلت آپ حضرات کے سامنے بیان کروں بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ بطور امت آج ہم انتہائی پریشان اور تکلیف کی زندگی بسر کررہے ہیں ہر جگہ مسلمان پسا جارہا ہے، کائنات کا مظلوم ترین طبقہ آج مسلمان ہے، ہر طرح کا زوال آج اس امت پر آپڑا ہے حالانکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (ال عمران:۱۳۹)

''کہ تم ہی غالب رہو گے اگر مومن ہو''

آج ہم مومن ہیں، ایمان کے دعویٰ کے باوجود مغلوب ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ اس کتاب ودستور سے دوری ہے یہ قرآن جن اقوام نے اپنے سینے سے لگایا اس کے حلال وحرام کی تمیز کی وہ قومیں دنیا کی عظیم قومیں اور عروج کا ذریعہ تھیں، ان کی عظمت وعزت، رعب ودبدبہ اس قرآن کی بدولت تھا جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
تم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

آج ہم علامہ اقبال کے اس شعر کے صحیح مصداق ٹھہرے ہیں، ہر قدم پر ہم خوار اس لئے ہورہے ہیں کہ ہم نے قرن کی طرف پشت کر کے دنیا کی طرف منہ کرلیا ہے تو نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید نے بھی ہماری طرف پشت کرلی۔آج ہم قرآن کی برکات واطاعت اوروعدوں سے محروم ہوتے جارہے ہیں اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن جو لوگ قرآن کے حقوق ادا نہیں کرتے اوراس قرآن سے تعلق نہیں رکھتے تھے انکے خلاف اللہ تعالیٰ کے حضور شکایت فرمائیں گے کہ

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا (الفرقان:۳۰)

''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے یارب! میری قوم اس قرآن کو بالکل چھوڑ بیٹھی ہے''

تعلق بالقرآن عروج کا ضامن

محترم سامعین! آج اگر ہم غور کریں تو ہمارے پاس لہوولعب، فضولیات، اخبار نویسی، افسانہ نگاری، سوشل میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور دور حاضر کے عظیم دجالی فتنہ موبائل کے لئے کتنا وقت ہے، اگر وقت نہیں ہے تو قرآن کے لئے، قرآن کو پڑھنے کے لئے، سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں اگر ہم آج بھی قرآن کو اپنا ئیں، اس کے احکامات پر عمل کریں تو جیسا کہ خطبہ میں حدیث مبارکہ بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواماً ويضع به آخرين (رواه مسلم)

''بے شک اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے قوموں کو عروج عطا فرماتا ہے اور قوموں کو زوال دیتا ہے۔''

یعنی جو قوم قرآن کے ساتھ تعلق بنادیتی ہے تو پھر اس قوم کا عروج وترقی کامیابی وکامرانی ہوتی ہے اور جو قوم قرآن کو چھوڑتی ہے تو ذلت ورسوائی، تنزل ان کا مقدر ٹھہرتا ہے۔

قرآن تمام مسائل اور مشکلات کا حل

بہرحال! آیئے اس قرآن کو پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کا عزم کرتے ہیں، یہ قرآن ہمارے تمام مسائل کا حال ہے، خصوصاً اکثر ساتھی آتے ہیں اور گھریلو مشکلات، جھگڑے فساد، بچوں کے نافرمان ہونے کی شکایات کرتے ہیں تو ان سب کا علاج قرآن کی تلاوت ہے گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کا معمول بنائیں، جس گھر میں سورۃ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہے اس گھر میں شیاطین وغیرہ داخل نہیں ہوتے۔ اسی طرح گھریلو مسائل کے لئے والدی وسیدی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ سورۂ قریش کا وظیفہ بتاتے، بڑا ہی مجرب عمل ہے، نماز مغرب اور نماز فجر کے بعد تین مرتبہ درود شریف اور گیارہ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ سورۂ قریش پڑھیں، ان شاء اللہ تمام گھریلو پریشانی، ہماری رزق تنگی دور ہوجائے گی مگر اس وظیفہ کے ساتھ پانچ وقت کی نماز کی پابندی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کے ساتھ محبت وتعلق اوراس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی
صدر القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ

مجاہد کی اذاں اور

میری عادت ہے جو اَب طبعی افتاد بن چکی ہے اپنے درسی بیانات میں، مواعظ میں، تقاریر میں اور نجی مجالس میں مرکز علم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور اسی نسبت سے حقانی اساتذہ، حقانی فضلاء اور حقانی برادری کا تذکرہ بھی کرلیتا ہوں اور جہاں مناسب ہو اپنا مشاہدہ، مادرِ علمی میں بیتے ہوئے دنوں کی روئیداد اور حقانی ماحول میں اپنی سرگزشت کے احوال بھی نقل کردیتا ہوں۔ میرے اس نوعیت کے بیانات اور اعترافات پر معاصرین ومعترضین اعتراضات بھی کرتے رہتے ہیں مگر کیا کروں......

خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی کند　　　آرے آرے مے کنم باخلق مارا کار نیست

مولانا قاضی یحییٰ احمد کے اصرار پر ......

دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے　　　پندار کا صنم کدہ ویراں کئے بغیر

لیکن معاصرین اور معترضین برہم ہیں کہ میرے درس و بیان اور تقاریر میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ اس قدر کیوں دخیل ہے میرے اور میرے بعض قارئین اور سامعین ہم دونوں کو ایک عرصہ سے ایک دوسرے سے یہ شکایت لاحق ہے، مختلف حیلے اور حربے استعمال کرکے اس باہمی رقابت کے ازالہ کی کوشش کی مگر ہوا یہ کہ گرانی اور حیرانی اور بڑھ گئی۔ ادبی ذوق، مطالعاتی شوق اور لکھنے پڑھنے کا کام تو مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی ہی سے شروع ہوگیا تھا، ماہنامہ "الحق" سے بھی سب سے پہلے وہاں متعارف ہوا، جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں اسے جلا ملی۔

پھر اس طویل عرصے میں مخالفت ومزاحمت اور اتفاق وموافقت دونوں طرح کی نوازشات اور تنقیدات سے واسطہ رہا، کسی نے تعریف کی تو حوصلہ بڑھا، تشجیعات حاصل ہوئیں اور دل خوش ہوا، کسی نے تنقیص کی خواہ مخواہ کے عیب نکالے، تب بھی دل برداشتہ نہیں ہوا، یہ تعلّی، خودنمائی نہیں اقرار صالح ہے۔ میری جن تحریرات، تقریرات اور اقتباسات کو قابل گرفت قرار دیا گیا انہیں تو میں سرمایۂ افتخار وانبساط سمجھتا ہوں، ان سے میں اپنے آپ کو کسی بھی حال میں باز نہیں رکھ سکتا۔

مثلاً یہی کہ میرے مضامین ، تصنیفات اور تحریروں میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا عمل دخل، حقانیہ کے بانیین اور اکابر اساتذہ کی تعلیم وتربیت، ہر موقع پر میں ان کا سہارا لئے یا ان کا اشارہ پائے بغیر نہ اپنی علمی سند کا ذکر کرسکتا ہوں اور نہ اپنے عمل کا اور نہ کسی اسلوب اور فن کا اظہار کرسکتا ہوں۔ درس وتدریس' خطاب وتقریر اور تصنیف وتالیف کا شوق ہو تو اعتراضات سننے اور جراحات سہنے اور بادِ مخالف کے تند تھپیڑوں کا خوگر ہونا چاہئے ...... ع یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

ادیب و قلمکار اور اس کے قارئین دونوں ایک دوسرے کے امانت دار، خیر خواہ اور وفادار ہوتے ہیں لہٰذا دونوں کو ایک دوسرے سے استفادہ اور اصلاح واحتساب کا بھی اختیار حاصل ہے تاہم دونوں پر ایک دوسرے کا احترام بھی لازم ہے۔اگر کوئی خطیب و ادیب اور مصنف، نقد و جرح، اصلاح و فلاح اور احتساب کی تاب نہیں لاسکتا تو اسے غالب کے مشہور قاعدہ کلیہ اور بتائے ہوئے لائحہ عمل پر عمل کرنا چاہئے یعنی ع جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

میں نقد و جرح اور تنقید واحتساب اور تنقید نگار کو اپنے لئے اللہ کی عنایت سمجھتا ہوں اور اس کی عزت کرتا ہوں، یہ تب ہے جب یہ برائے اصلاح ہو اور اگر تنقید برائے تنقید ہی ہو، غرض بغض و عداوت کے جذبات کی تسکین ہو خود نمائی اور دوسرے فریق کی تذلیل ہو تو یقیناً ایسے لوگ احترام و عزت کے سزاوار نہیں ہیں۔البتہ اس وقت میں اپنے جن تنقید نگاروں کا ذکر کررہا ہوں ان کے بارے میں ابھی تک اس حقیقت کو نہ سمجھ سکا کہ انہیں مجھ سے کوئی ذاتی پرخاش ہے اس لئے وہ مجھ سے برہم ہیں یا وہ میری مادرِ علمی دیوبند ثانی مرکزِ علم جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے آزردہ ہیں۔

میں نے بہت سوچا تو یہی فیصلہ کرسکا کہ یہ لوگ دونوں سے بیزار ہیں اس لئے کہ وہ اگر ہم میں سے کسی ایک سے بھی خوش ہوتے تو دوسرے کے گناہ ضرور بخش دیتے جیسا کہ محاورہ ہے ''بداں را بہ نیکاں بخشد کریم (کریم ذات نیکوں کار لوگوں کے ساتھ بدکاروں کے گناہ بھی بخش دیتی ہے) مجھے اپنے عہد کا دارالعلوم حقانیہ اس لئے خاص طور پر عزیز رہا ہے کہ اس زمانے میں جامعہ حقانیہ کی ناموری میں طلبہ کی کارگزاریاں بھی ایک موثق سبب ہیں۔

جہادِ افغانستان کا آغاز، طلباء کی گروہ درگروہ جہاد میں شرکت، شہید ہونے والوں کے جنازوں، ان کی یادیں، اجتماع ہائے تعزیت ،انقلاب آفرین جلسے، ادارے کی نیک نامی و ناموری کا سبب قرار پائے، سرمایہ، مال و دولت، لباس، ساز و سامان، کتب خانے، باغ و راغ، کاخ و کو، خورد و نوش، بود و باش، تفریح و تفنن سب ہیچ ہیں۔

حقانی طلبہ نے بطورِ خود اپنے آپ کو بہتر بنانے کا حوصلہ لئے ادارے کے بنیادی مقاصد اور بہترین روایات کو عملی جامہ پہنایا اور یہ کوئی نئی بات ہرگز نہیں اس لئے کہ انہوں نے امریکی اور عالمی اتحاد کو شکست دے کر افغانستان سے مار بھگایا ہے اب افغان اور جمیع طالبان بالخصوص حقانی برادری کی ذمہ داریاں سرکاری، درس گاہوں سے کہیں زیادہ مختلف' مشکل اور حصولِ مقصد میں مزید اتحاد و اتفاق، باہمی نصرت وتعاون اور سیسہ پلائی دیوار بن جانے کی متقاضی ہیں۔حقانی طلباء اور فضلاء نے بطورِ خود اپنے آپ کو بہتر بنانے کے لئے منہج اور کامیاب لائحہ عمل بنالیا ہے،طلباء متداول اور مقررہ علوم وفنون پر عبور رکھنے کے علاوہ اپنی مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ کے بنیادی مقاصد اور بہترین روایات کو عملی جامہ پہنا سکتے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس لئے انہوں نے پہلے بھی ایسا کر دکھایا ہے اور اب بیس سال بعد پھر سے نئے عزم، نئی قوت، طاقتور نظم، مربوط اور عظیم منصوبہ بندی کے ساتھ ''فتح مبین'' حاصل کرلی ہے۔دینی مدارس بالخصوص جامعہ حقانیہ کے فضلاء اور طلبہ کی ذمہ داریاں عام تعلیم گاہوں اور دانش گاہوں کے طلبہ کی ذمہ داریوں سے کہیں زیادہ مختلف اور مشکل ہیں، اس لئے وہ آج بھی اپنی مادرِ علمی سے مربوط ہیں باہر کی ہر تحریک ہر قوت اور اقتدار کی تمام قوتوں سے آنکھیں بند کرکے قرآن وسنت کی ہدایات کو اپنا لائحہ عمل بنالیا ہے۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے میرا شغف، تدریس، خطابتِ جمعہ اور تحریر تقریر میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے عنوان سے محبوب موضوع ان عزیزوں کو بے حد گراں گزر رہا ہے جنہوں نے خود کبھی دارالعلوم حقانیہ میں تعلیم نہیں پائی یا وہ دینی تعلیمی اور دینی مدارس کے ماحول سے بے بہرہ ہیں مجھے یقین ہے اگر انہوں نے طالب علمی کے دن یہاں گزارے ہوتے۔شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، شہید ناموسِ رسالتؐ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ، شیخ الحدیث مولانا انوارالحق، شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم زروبویؒ، شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فریدؒ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم دیروی، شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کی صحبتیں، مجالس اور ان سے استفادہ کیا ہوتا تو وہ بھی میرے ہمنوا ہوتے۔اتنی بات تو وہ بھی محسوس کرتے ہوں گے کہ اپنے زمانۂ طالب علمی کی یاد ہر شخص کو خوشگوار محسوس ہوتی ہے، چاہے وہ زمانہ تکلیف وتردد، غربت و بے چارگی کا کیوں نہ رہا ہو پھر مجھ سے وہ کیوں بدگماں ہو رہے ہیں۔ جس نے اپنی طالب علمی کا بہترین زمانہ ایسے جامعہ میں بسر کیا ہو جو پاکستان کے مسلمانوں کی اوّلین اور قدیم دینی درسگاہ، دیرینہ علمی اور تہذیبی ورثہ کی امین تعلیم گاہ، ان کی تعلیم وتربیت، عزائم اور حوصلوں کا مرکز اور اُمیدوں کی سرچشمہ رہی ہو اور زندگی کے قیمتی لمحات

ایسے ساتھیوں میں گذارے ہوں جو عقائد، اخلاق، تعلیم، اہداف، اولوالعزمی اور علوم وفنون کی دی ہوئی طرح طرح کی نعمتوں اور برکتوں سے بہرہ مند تھے، ایسی روایات، ایسا ماحول، ایسے اساتذہ، ایسی تعلیم گاہ، ایسی فضا، ایسا ساتھ ایسے مشغلے، ایسے شب وروز، ان سب کا آخر کچھ تو اثر ہونا ہی ہے۔

قارئین گرامی قدر! مجھ سے کچھ لوگوں کی بیزاری بے وجہ بھی نہیں ہے ان کو وہ عہد ملا جس میں عالم گیر اختلال، وانتشار راہ پاچکا ہے۔ جہاں قدیم اقدار ومعتقدات کی شکست وریخت کا امکان ہے۔ نئے معتقدات کا بروئے کار آنا آسان نہیں، قدیم وجدید یا نئے اور پرانے میں اس وقت تصادم ہے وفاق المدارس اور سرکاری تعلیمی اداروں میں باہمی رقابت ہے، اس کا ایک المناک پہلو یہ ہے کہ جدیدیت اور سائنس کے زور سے دنیا کو لمحوں میں نیست ونابود تو کیا جاسکتا ہے، دشت لیلیٰ تورابورا، اور افغانستان میں سینکڑوں حفاظ کی دستار بندیوں کے اجتماعات پر بمباری کرکے ان کے چیتھڑے تو اُڑائے جاسکتے ہیں مگر ایک فرد واحد کے ضمیر کی آزادی کسی طرح ختم نہیں کی جاسکتی، پورا عالم جدید سائنس اور امریکی سپرپاور کی پشت پر کھڑا ہوجائے، نیتجے، نظریاتی، قدامت پسند طالبان اور حقانی مجاہدین کے ہاتھوں عالمی سپرپاور رسواکن شکست کھا کر ہمیشہ کے لئے تباہ وتاراج ہوگیا ہے۔

یہی فطرت انسانی کی وہ ماورائی استعداد ہے جس پر آج تک نہ برطانیہ، نہ روس نہ امریکہ نہ کوئی حاکم، نہ کوئی طاقت ور حکومت اور نہ کوئی جابر مقتدر قوت قابو پاسکی ہے جس طرح جدید سائنس نے محیر العقول کرشمے آج دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں علم دین، اسلامی تعلیم، محمدی اخلاق اور اسلام کے متوالوں نے بھی ویسے ہی کرشمے آج نہیں ہمیشہ پیش کئے ہیں۔ چنانچہ فرط جنون میں سپرپاور نے کبھی سائنس کا آخری حربۂ ہلاکت استعمال کرنا چاہا، تو اخلاق اور انسانی اقدار کی قوتوں نے روک دیا، دینی مدارس کے طالبان اور حقانیین، ان کے راستہ کی آہنی دیوار بن گئے۔

اس لئے بحالاتِ موجودہ اس کی بڑی ضرورت ہے کہ ایسے اعتقاد واقدار پر بھروسہ کیا جائے جن کی بنیاد، مرحمت، عدل، انصاف، اسلام اور دینی حمیت پر ہو، اس کے بغیر اولاد آدم کو جائے پناہ میسر نہیں آسکتی۔ خلاصہ یہ کہ طالبان اور حقانیین کا عہد اقدار واعتقاد کی پختگی کا ہے جبکہ مروّجہ سائنسی سیاست کے علمبردار اور ترجمانوں کا موجودہ عہد اقدار واعتقاد کی ناپختگی کا ہے، نتیجہ ظاہر ہے ......

كَمْ مِن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرہ: ۲۴۹)

''نہ جانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں''

امریکی یلغار اور ہیبت ناک قوتِ اتحاد اور کارپٹ بمباری کے رستاخیز میں جب کبھی اس منظر پر نظر پڑتی تو دل میں مایوسی، غیرت اور الم کے طرح طرح کے طوفان اُمڈنے لگتے، لیکن اب جو امن و امان، سکون اور پروقار طالبان کے مصلحانہ کردار پر نظر پڑتی ہے تو اس بشارت کے سامنے ساکت وسربسجود ہوجاتے ہیں......

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلمان کہ ہے   اس کی اذانوں میں فاش سرِّ کلیم وخلیل

اور ۳رمئی ۱۹۸۳ء کو جب حقانی طلبہ اور فضلاء روسی سامراج کے خلاف افغانستان میں برسرِ پیکار تھے، برطانوی سکالر مسز آراء شیگ کی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات و مکالمات کا ایک چشم دید منظر نذرِ قارئین کر رہا ہوں جسے احقر نے اسی وقت محفوظ کرکے ''صحبتے با اہل حق'' میں محفوظ کرلیا تھا، وہی من وعن نذرِ قارئین ہے:

برطانوی سکالر مسز آراء شیگ کی ملاقات

برطانوی خاتون جو کہ مغربی جرمنی کی عالمی خبر رساں ایجنسی کی نمائندہ مسز آراشیگ (ARA SHEEG) ماسکو میں بھی برطانیہ کے سفارتخانہ میں کام کر چکی ہیں اور اس وقت پاکستان ٹوبیکو کمپنی لمیٹڈ (P.T.C) کے علاوہ دنیا بھر میں اس کمپنی کے ساٹھ بڑے کارخانوں کے چیئرمین کی ہمشیرہ ہیں، ۳رمئی ۱۹۸۳ء دارالعلوم حقانیہ تشریف لائیں اور حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سے ملاقات کی۔ حضرت الشیخ سے ملاقات اور بعض امور پر گفتگو کے لیے کافی دن پہلے انہوں نے وقت مانگا تھا۔ مذکورہ خاتون روس کے اکثر ان علاقوں اور ریاستوں کا دورہ کرچکی ہیں جہاں روسی استعمار نے بزور قبضہ اور اپنے نظریات کو مسلط کرنے کے بعد مسلمانوں کے مذہب، عبادت گاہوں و املاک کو تاراج و نیست و نابود کرنے کی بہیمانہ کوشش کی چونکہ ان کی گفتگو کے بعض حصوں سے جہاد افغانستان، دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء، حقانیین اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے، اس لیے قارئین کی دلچسپی و معلومات کے لیے پیش خدمت ہے۔ حضرت الشیخ اور برطانوی خاتون کے درمیان ترجمانی کے فرائض پی ٹی سی اکوڑہ خٹک کے جنرل منیجر جناب جیلانی صاحب نے ادا کیے۔

برطانوی خاتون نے روس کے علاقوں سمرقند و بخارا، ترکستان اور افغانستان میں مسلمانوں و مجاہدین کی روسی فوج، توپ و تفنگ، ٹینکوں، بمبار طیاروں سے معرکۃ الآرا ہونے کے مشاہدات سنائے تو حضرت الشیخ نے فرمایا کہ واقعتاً بعض یورپی خواتین بڑی دلیر اور بہادر ہوتی ہیں کہ عین محاذ

جنگ میں بموں اور گولوں کی گھن گرج میں جا کر حالات جنگ معلوم کر لیتی ہیں اور مظلوم پر ظلم کے جو پہاڑ ڈھائے جاتے ہیں اس سے اقوام عالم کو آگاہ کر کے ان کے ضمیر کو جھنجھوڑتی ہیں۔

برطانوی خاتون کے اس سوال پر کہ کیا دارالعلوم حقانیہ میں سمرقند، بخارا، ترکستان اور کابل و قندھار کے طلبا بھی پڑھ رہے ہیں تو ان علاقوں کے رہنے والے طلباء کو بلا کر ان سے ملاقات کرائی گئی۔ اس ملاقات میں انہوں نے بے حد دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے ان طلباء سے یہاں آمد کا مقصد، تعلیم و تربیت، فراغت کے بعد اپنے اپنے علاقوں کو واپسی، مستقبل کے ارادوں اور پروگرام اور اس نوعیت کے دیگر اہم سوالات کیے۔

حضرت الشیخ نے فرمایا: اس وقت جہاد افغانستان میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور علما کی ایک بہت بڑی جماعت میدان جہاد میں قیادت و امارت کا کردار ادا کر رہی ہے اور ہر محاذ پر لڑنے والوں میں پیش پیش ہیں۔

برطانوی خاتون: برطانوی خاتون نے حضرت کے اس ارشاد کی بڑی مسرت اور فراخدلی سے تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ جب میں روس میں برطانوی سفارتخانہ میں کام کرتی تھی۔ میں نے وہاں سمرقند و بخارا اور اس کے ملحقہ علاقوں میں لوگوں سے ملاقاتوں کے دوران دارالعلوم حقانیہ اور اس خطہ کے علماء و فضلاء کا بار ہا ذکر سنا، اس طرح میں جہاد افغانستان میں یہاں کے پڑھے ہوئے علما کی حیرت انگیز قائدانہ صلاحیتوں سے بھی اپنے ذاتی تجسس کی بنا پر خوب واقف ہوگئی۔ اور اسی وجہ سے میرا یہ خیال تھا کہ دارالعلوم حقانیہ جو کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا علمی مرکز ہے جس کے تعلیم یافتہ افغانستان میں روسی فوجوں سے ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں ۔اسی وجہ سے کافی عرصہ سے میرے دل میں دارالعلوم حقانیہ، آپ سے اور یہاں کے رہنے والوں کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوگیا تھا اور اس تمنا کی وجہ سے مضطرب رہتی۔ آج آپکی ملاقات سے یہ دیرینہ خواہش اور تمنا پوری ہوگئی۔ برطانوی خاتون نے مزید بتایا کہ میں نے بہت قریب سے بعض روسی مسلم علاقوں کو دیکھا ہے چونکہ روس کا تسلط وہاں زیادہ تر مسلم علاقوں پر ہے اور اب کافی عرصہ سے قدرت کا کچھ ایسا مظاہرہ ہو رہا ہے کہ ان علاقوں میں اگر روسیوں کا ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو مسلمانوں کے تین، چار تو گویا اس تناسب سے مسلم آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے، روس نژاد وہاں کے مسلمانوں سے تنگ آرہے ہیں اور اب وہ وقت دور نہیں جب وہاں کے مسلم نوجوان روسیوں کو اپنے علاقوں سے باہر نکال دیں گے۔

روسی استعمار کا بھانڈا پھوٹ گیا

حضرت الشیخ: جہاد افغانستان میں بھی علماءِ کرام، حقانی فضلاء اور مسلمان بے سروسامانی اور نہتے

ہونے کے باوجود جو کردار ادا کر رہے ہیں اس سے بھی روس کی اصل حقیقت دنیا پر واضح ہو چکی ہے، حالانکہ روسی قوت کو ساری دنیا میں ایک ناقابل تسخیر طاقت اور ہوا سمجھا جارہا تھا مگر الحمد للہ ہمارے ان علما کرام اور مجاہدین افغانستان اور دارالعلوم حقانیہ کے فضلا نے سر پر کفن باندھے خدا کے فضل و کرم سے روسی قوت کا ایسا مقابلہ کیا کہ ساری دنیا کے سامنے روسی استعمار و طاقت کا بھانڈا پھوٹ گیا۔

مسز آراء شیگ: خاتون نے تعجب سے پوچھتے ہوئے کہا کہ آپ کا یہ ادارہ دارالعلوم حقانیہ اس قدر وسیع وعریض احاطہ وعظیم الشان بلڈنگ پر مشتمل ہے اور ایسے ہی تعلیم پانے والے قریباً ۱۵۰۰ طلبہ جن کے قیام و طعام، پانی وبجلی اور دیگر بنیادی ضروریات بھی ادارہ کے ذمہ ہیں، اتنے اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں حالانکہ آپ کا ادارہ حکومت کا تعاون اور ایڈز وغیرہ بھی قبول نہیں کرتا؟

حضرت الشیخ: ہم مسلمانوں کا ایک خدا ہے اور ہمارا یقین کامل ہے کہ وہی پالنے والا اور رزق دینے والا ہے۔ اس ذات برحق نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الآیۃ) ہمارا یہ ادارہ، اس کے طلباء، اساتذہ، فضلا اسی وحدہ لاشریک خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے سارا سال اپنے تعلیمی وتدریسی کام اور پھر تعلیم سے فراغت کے بعد تبلیغ، خدمت دین، جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ میں منہمک اور مصروف رہتے ہیں۔ خداوند کریم ان کے لئے رزق اور معاش کے اسباب غیب سے مہیا کر دیتے ہیں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم نے آج تک خدا کے سوا کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلایا۔ آپ جو تقریباً ساٹھ کارخانوں سے تعلق رکھتی ہیں اور آپ کے ساتھ پی ٹی سی اکوڑہ خٹک کے منیجر صاحب اور دیگر افسران تشریف فرما ہیں کیا آپ یا آپ کے ان رفقا سے میں نے یا دارالعلوم کے کسی نمائندہ نے آپ کے ہاں آکر کسی بھی عنوان سے دارالعلوم حقانیہ کی معاونت کے سلسلہ میں کچھ طلب کیا ہے؟ ہرگز نہیں! ہمارا ویرزقہ من حیث لا یحتسب پر ایمان بھی ہے اور شبانہ روز کا مشاہدہ بھی۔

برطانوی خاتون نے حضرت شیخ الحدیث کا شکریہ ادا کرتے ہوئے باوجود ضعف وکمزوری کے ملاقات و گفتگو کی تکلیف دہی پر معذرت چاہی۔ ملاقات کے بعد مذکورہ خاتون نے دارالعلوم کے تمام شعبوں کو بنظر تحقیق دیکھا، کتب خانہ میں بعض نوادرات دیکھ کر بے حد خوش ہوئیں۔ دارالحفظ والتجوید کے بعض چھوٹے طلباء نے قرآن مجید کی کچھ آیات سنائیں، آپ نے ادب واحترام سے سنا۔ اور اسلام کی عظیم نشرگاہ کے بلاکسی ظاہری اسباب کے ترقی کو دیکھ کر خوشگوار و تعجب انگیز تاثرات کے ساتھ موصوفہ واپس چلی گئیں۔ (صحیفہ ہائے اہل حق)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
ڈائریکٹر فقہ اکیڈمی انڈیا

مسلم ملکوں میں اقلیتوں کے حقوق: اسلامی نقطہ نظر

سیالکوٹ میں ایک سری لنکن شہری کے قتل کے واقعہ نے غیر مسلموں سے بڑھ کر مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس واقعہ کے نتیجہ میں ایک فرد کا تو خون ہوا ہی ہے، اسلام کا وقار بھی مجروح ہوا ہے اور اسلامی اخلاق کا خون ہوا ہے؛ اس لئے موضوع کی مناسبت سے یہ بات مناسب محسوس ہوتی ہے کہ آج مسلم ملکوں میں غیر مسلم اقلیت کے حقوق کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے اور شرعی نقطہ نظر کی وضاحت کی جائے، اسلام کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے، توحید کے معنی اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات، اختیارات اور بعض حقوق، جیسے: عبادت و بندگی کے استحقاق میں یکتا ماننے کا نام ہے، اس بنیادی تصور سے جہاں خدا کی عظمت دل میں گھر کرتی ہے، وہیں اس سے خود انسان کا مقام ومرتبہ بھی معلوم ہوتا ہے اور اس نسبت سے تین باتیں بہت اہم ہیں۔

اول یہ کہ جب خدا ہی تنہا معبود ہے اور تمام انسان اس کے بندے ہیں تو اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ بحیثیت انسان تمام انسان برابر ہیں، قرآن مجید نے اس کو صاف لفظوں میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسان کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے (النساء:۱) یہ وحدتِ انسانیت کا واضح اعلان ہے، تصورِ توحید سے جو دوسرا تصور ابھرتا ہے، وہ یہ ہے کہ بحیثیت عبد ومعبود، خدا اور انسان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے، ایسا نہیں کہ کسی خاص انسان یا مخصوص انسانی گروہ کے بغیر انسان خدا کی خوشنودی کو نہیں پاسکتا بلکہ ہر شخص خدا سے براہ راست مانگ سکتا ہے، اس کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتا ہے اور اس کی بندگی کرسکتا ہے، اس لئے کہ وہی قادر مطلق ہے اور باقی سب عاجز ہیں، قرآن مجید کی پہلی سورت، سورہ فاتحہ میں: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ:٤) کے فقرہ میں بندہ کی زبان سے یہ بات کہلائی گئی ہے کہ خداوندا! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد کے خواستگار ہیں، یہ اس بات کا صریح و بے غبار اعلان ہے کہ بندہ براہ راست اپنے رب سے مربوط ہے۔ ان دو تصورات کے ساتھ جو تیسرا تصور سامنے آتا ہے، وہ ہے انسانی کرامت وشرافت کا کہ چونکہ بحیثیت انسان سارے لوگ برابر ہیں اور کائنات انسان ہی کے لئے

پیدا کی گئی ہے، اس لئے وہ اس کائنات کی سب سے زیادہ معزز اور قابل احترام مخلوق ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ہم نے بنی آدم کو عزت عطا کی، انھیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا، ان کو پاک رزق عطا کی اور ہم نے اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی مخلوقات پر انکو فضیلت دی۔ (بنی اسرائیل:۷۰) یہ انسان کے بارے میں اسلام کے بنیادی تصورات ہیں، جو بحیثیت انسان ہر ابن آدم سے متعلق ہیں، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، پس اسلام کی نگاہ میں غیر مسلم بھی ہمارے انسانی بھائی ہیں اور بحیثیت انسان قابل احترام ہیں، اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق انھیں تصورات پر مقرر کئے گئے ہیں، جن کے بنیادی نکات اس طرح ہیں

(۱) غیر مسلموں کی جان کی اسی طرح حفاظت کی جائے گی، جیسے مسلمان کی کیونکہ قرآن مجید نے کسی بھی انسان کے قتل ناحق کو منع فرمایا ہے (بنی اسرائیل:۳۳) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی معاہد کو قتل کردیا، وہ جنت کی بو سے بھی محروم رہے گا: من قتل معاهداً لم يرح رائحة الجنة (بخاری :۳۱٦٦) غرض کہ ایک غیر مسلم شہری کی جان کی وہی اہمیت ہے، جو ملک کے مسلمان شہری کی ہے چنانچہ

(الف) اگر مسلمان کسی غیر مسلم کو ظلماً قتل کردے تو وہ مسلمان قصاص کے طور پر قتل کیا جائے گا، اس لئے کہ قرآن مجید نے قصاص کا یہی اصول بتایا ہے کہ نفس انسانی کے بدلہ قاتل قتل کیا جائے گا: اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (المائدہ :٤٥) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو غیر مسلم معاہد کے بدلہ قتل کیا اور فرمایا انا اکرم من وفی بذمته (سنن بیهقی ح١٦٣٤٥) اسی پر صحابہ کا عمل رہا ہے، اہل حیرہ میں سے ایک عیسائی یا یہودی کو کسی مسلمان نے قتل کردیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مسلمان سے اس کا قصاص لیا (مصنف عبدالرزاق:۱۸۵۱۸) حضرت علیؓ نے بھی ایک ذمی کو قتل کرنے کے جرم میں مسلمان قاتل کے قتل کئے جانے کا فیصلہ کیا لیکن ذمی کے ورثہ نے خود ہی قصاص معاف کردیا، اس موقع پر حضرت علیؓ نے اصولی بات کہی کہ ذمیوں کا خون اور خون بہا مسلمانوں کے برابر ہے من كان له ذمتنا فدمه كدمنا وديته كديتنا (سنن بیهقی: ح ١٤٣٤٣) صحابہ کے بعد بھی اسی پر عمل رہا، چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانہ میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا، انھوں نے بھی اپنے گورنر کو مسلمان قاتل پر قصاص جاری کرنے کا حکم دیا (مصنف عبدالرزاق:ح۱۸۵۱۸)

(ب) اسی طرح غیر مسلم کی دیت وہی ہے جو مسلمان کی ہے، اس سلسلہ میں حضرت علیؓ کی روایت اوپر گذر چکی ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمی کی دیت مسلمان ہی کی طرح ادا فرمائی (دارقطنی، کتاب الحدود ٣٤٣ نیز نصب الراية :٣٤٤/٤) حضرت

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے، جس کے الفاظ ہیں: جعل دیة المعاهد كدية المسلم (دارقطنی ، کتاب الحدود:۲۴۹) امام ابوحنیفہؒ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جو دیت مسلمان کی ہے، وہی معاہد (مسلم ملک کے غیر مسلم شہری یا غیر مسلم مہمان) کی ہے (کتاب الآثار للامام محمد ح۵۸۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد تک مسلمان، یہودی اور عیسائی کی دیت برابر سمجھی جاتی تھی، حضرت معاویہؓ نے ذمی کی دیت نصف کردی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پھر دونوں کی دیت برابر کردی، (نصب الرایة: ۳۶۶/۴) اور ربیعہ بن عبد الرحمٰن نے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے ابتدائی عہد میں بھی ذمی کی دیت وہی تھی، جو مسلمانوں کی ہے (مراسیل ابی داود: ۱۳، باب دية الذمی) چنانچہ فقہائے احناف کے نزدیک ذمی کی وہی دیت ہوتی ہے، جو مسلمان کی ہے (هدايه: ۵۸۵/۲ کتاب الديات: البحر الرائق: ۷۹/۹) اور یہی نقطہ نظر مشہور فقیہ اور محدث سفیان ثوریؒ اور بعض دوسرے اہل علم کا بھی ہے (ترمذی: ۲۶۱/۱)

(۲) غیر مسلم شہریوں کے مال اسی طرح قابل احترام ہیں اور انکو تحفظ حاصل ہے، جیسے مسلمانوں کے مال، اس لئے کہ اللہ تعالی نے جبری طور پر کسی کا بھی مال لینے سے منع کیا ہے، اس میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی تفریق نہیں: وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرة:۱۸۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اصولی بات فرمائی ہے کہ اہل ذمہ کے مال بھی مسلمانوں کے ہی مال کی طرح ہیں: دماءهم كدمائنا واموالهم كاموالنا (دیکھئے: نصب الرایة: ۳۶۹/۳) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر مسلموں سے معاہدہ کرتے تو جان و مال دونوں کے لئے امان منظور فرماتے۔ (ابوداود: ح ۳۰۲۷) مال کے تحفظ میں بنیادی طور پر یہ امور شامل ہیں:

(الف) مالک ہونے کا حق، غیر مسلموں پر جو ٹیکس عائد کیا جاتا ہے، وہ خود ان کی املاک پر ان کے حق کو تسلیم کرنے کی دلیل ہے۔

(ب) اپنے مال میں تصرف کا حق

(ج) غیر مسلموں کے مال کی چوری پر وہی سزا دی جائے گی، جو مسلمان کا مال چوری کرنے پر دی جاتی ہے اگر چہ خود چوری کرنے والا مسلمان ہو (المغنی لابن قدامة ۴۵۱/۱۲) مسلم ملک کے ہر شہری کو اپنی مرضی کا ذریعہ معاش اختیار کرنے کی اجازت ہے، یہ حق مسلمانوں کی طرح غیر مسلم شہریوں کو بھی

حاصل ہوگا ، زراعت ، تجارت ، صنعت اور مختلف طرح کے کاروبار غیر مسلموں کا کرنا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عہد میں ثابت ہے ؛ البتہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ، اگر وہ کوئی ایسا پیشہ اختیار کرے ، جس کی اہلیت اس میں نہیں ہے اور اس کی نااہلی سے دوسروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے تو اس کو اس پیشہ کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی چنانچہ جو شخص فن طب سے واقفیت کے بغیر علاج و معالجہ کرے تو آپ نے اس کو مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضامن قرار دیا۔ (ابوداؤد: ۲۳۰/۲)

۳: غیر مسلم شہریوں کی عزت و آبرو کا اسی طرح تحفظ کیا جائے گا ، جس طرح مسلمانوں کی ، اسی لئے قرآن نے مطلقا نگاہ کو پست رکھنے کا حکم دیا ، اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ، (النور: ۳۰۔۳۱) اسی طرح زنا کی سزا مطلق ہے ، چاہے کسی مسلمان عورت سے ہو یا غیر مسلم عورت سے۔

۴: غیر مسلموں کو بھی تعلیم و تعلم کے مساوی حقوق حاصل ہوں گے ، مدینہ میں یہودیوں کا اپنا مدرسہ بیت المدراس قائم تھا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس سے تعرض نہیں فرمایا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندیوں کو تعلیم دینے کی ترغیب دی (بخاری ۲۰/۱) جو عام طور پر غیر مسلم ہوا کرتی تھیں۔

۵: اسلام میں قانون بنانا اصل میں اللہ تعالیٰ کا حق ہے ؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ (الشوریٰ: ۱۰) اس لئے اسلامی مملکت میں پارلیمنٹ کے کام دو نوعیت کے ہوں گے ، ایک تو قرآن و حدیث کے دیے ہوئے قوانین کی تشریح و توضیح ، دوسرے انتظامی امور جیسے ٹریفک ، ریلوے وغیرہ کے بارے میں قانون سازی تو پہلی قسم کے پارلیمانی کام میں غیر مسلموں کا کوئی حصہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اس قانون پر یقین ہی نہیں رکھتے ؛ البتہ انتظامی نوعیت کے قوانین میں ان سے رائے لی جائے گی ، اسی طرح غیر مسلم اپنے سماجی قوانین وضع کر سکتے ہیں ، پس مسلم مملکت کی پارلیمنٹ میں غیر مسلم ارکان ہو سکتے ہیں ؛ لیکن شرعی قوانین کی توضیح ان کے دائرہ عمل سے باہر ہوگی ؛ البتہ ان کے مفادات کی پوری رعایت ملحوظ رہے گی۔ غیر مسلموں کو اسلامی مملکت میں ملازمت کے مواقع دیے جائیں گے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدر کے قیدیوں سے مسلمان بچوں کو تعلیم دلانا ثابت ہے (دیکھئے: مسند احمد ح ۲۲۱۵ عن ابن عباس) اس سے معلوم ہوا کہ شعبہ تدریس میں ان سے مدد لی جا سکتی ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر ایک مشرک کو دلیل بنایا ہے ، اس سے علامہ ابن قیم نے ثابت کیا ہے کہ غیر مسلم ملازم رکھے جا سکتے ہیں ، (احکام اهل الذمة: ۲۰۷/۱ ، لابن القیم) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن غیر مسلموں سے ملک کی سلامتی اور اس کی فکری سمت کو خطرہ نہ ہو ، ان کو حساس عہدوں پر بھی مامور کیا

جاسکتا ہے اور ان سے فوجی مدد بھی لی جاسکتی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ غزوہ خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع کے یہودیوں سے بھی مدد لی تھی (نصب الرایة:۳/۴۲۲) اسی لئے فقہا کا ایک بڑا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ قابل بھروسہ مشرکین سے عسکری مدد بھی لی جاسکتی ہے (کتاب الاعتبار للحازمی:۲۱۷) غیر مسلموں کو کچھ خاص حدود کے ساتھ مذہبی آزادی بھی حاصل ہوگی؛ البتہ اس سلسلہ میں چند نکات قابل لحاظ ہیں:

(الف) غیر مسلموں کو عقیدہ کی مکمل آزادی ہوگی، قرآن مجید کا ارشاد بالکل واضح ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرة:۲۵۶) اس لئے کسی غیر مسلم کو تبدیلی مذہب پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

(ب) ایسی بات کہنا جو ان کیلئے مذہبی دل آزاری کا باعث ہو اور ان کے مذہبی پیشواؤں کی اہانت کے دائرہ میں آتا ہو جائز نہیں؛ چنانچہ اللہ نے مشرکین کے معبودان باطل کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا ارشاد ہے: وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الانعام:۱۰۸) پھر یہ ہے کہ قرآن نے کہا ہے کہ اللہ نے ہر قوم میں ان کی زبان میں رسول بھیجے ہیں (ابراہیم:۴) پس غیر مسلم حضرات جن خود ساختہ معبودوں کی پرستش کرتے ہیں، یہ بات ممکن ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے پیغمبر رہے ہوں اور کسی بھی پیغمبر کی اہانت باعث کفر ہے؛ اسلئے اسلام سے پہلے جو مذاہب گذرے ہیں، انکے پیشواؤں کی گستاخی کسی طور روا نہیں۔

(ج) غیر مسلم اقلیت کو اپنے مذہبی طریقہ پر عبادت کرنے کی آزادی ہوگی اور وہ اپنے معاشرتی قوانین میں بھی اپنے مذہب پر عمل کرنے میں مختار ہوں گے، صحابہ کے دور میں جہاں کہیں جنگ کے بعد صلح ہوئی تو اس میں اپنے مذہب کے مطابق عبادت کے حق کو تسلیم کیا گیا، علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ مسلمان شوہر کی یہودی عیسائی بیوی کو اس کا شوہر بھی عبادت اور اس کے مذہبی فرائض سے نہیں روک سکتا اور نہ اس کو ایسی چیزوں کے کھانے پر مجبور کرسکتا ہے جو اس کے مذہب میں حرام ہو (احکام اهل الذمة:۱۱/۳۱۶)

چنانچہ غیر مسلموں کو خنزیر کھانے کی اجازت ہوگی، ان کو شراب کی خرید وفروخت کی بھی اجازت ہوگی، (هداية ، باب نكاح اهل الشرك) یہاں تک کہ مجوسیوں کے یہاں ماں، بیٹی اور محرم رشتہ داروں سے

بھی نکاح کی اجازت تھی، فقہا نے لکھا ہے کہ جب تک وہ دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان نہ ہوں، ہم ان کے معاملہ میں دخل نہیں دیں گے (هداية ، باب وصية الذمی)

(د) غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت کا بھی حق حاصل ہوگا، قرآن مجید نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ فاتحین، مفتوحین کی عبادت گاہوں کو منہدم کردیں) (الحج :۴۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے جو معاہدہ فرمایا، اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ ان کی عبادت گاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی، ان کے مذہبی پیشوا سے تعرض نہیں کیا جائے گا اور نہ انھیں ان کے دین سے ہٹایا جائے گا: لایهدم لهم بيع ولا يخرج لهم قس ولا يفتن عن دينهم (ابوداود:ح۳۰٤۱) اسی طرح کی تحریریں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی مختلف صلح ناموں میں مروی ہیں (كتاب الخراج لابی يوسف :١٤٣) حضرت ابوبکرؓ نے اہل نجران سے معاہدہ کی تجدید میں بھی اس دفعہ کو شامل رکھا ہے (كتاب السير والخراج والعشر للشيبانی:٢٥٠) حضرت خالد کے صلح ناموں میں صراحت ہے کہ وہ اوقات نماز کو چھوڑ کر جس وقت بھی چاہیں ناقوس بجانے کا حق رکھیں گے اور اپنے تیوہاروں میں صلیب بھی نکالیں گے (كتاب الخراج :١٤٦) فقہا کے یہاں یہ صراحت بھی ملتی ہے کہ ان کی جو عبادت گاہیں ٹوٹ جائیں، وہ ان کو دوبارہ تعمیر کرنے کا حق رکھتے ہیں (هداية ، باب الجزية)

۸) غیر مسلم شہریوں کو بھی احتجاج کا حق اور اظہار رائے کی آزادی ہوگی؛ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا (النسا:١٤٨) غیر مسلموں کو مسلمان اور ان کے افکار پر سنجیدہ اور شائستہ تنقید کا بھی حق ہوگا جیسا کہ قبیلہ بنی نجران سے آپ کا مباحثہ ومناقشہ ہوا۔

(۹) غیر مسلموں کے ساتھ عمومی حسن سلوک اور مالی اعانت نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہوگی، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (الممتحنه :٨) اہل ذمہ تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اہل مکہ کی بھی مدد فرمائی، جو اسلام سے برسر جنگ مگر قحط سے دوچار تھے، آپ نے ان کی مدد کے لئے پانچ سو دینار ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کو بھیجے کہ اسے اہل مکہ پر تقسیم کردیں (ردالمحتار :٣٠٢/٣ ، باب المصرف)اسی لئے فقہا حنفیہ کے نزدیک زکوۃ کے سوا تمام صدقات واجبہ نیز صدق الفطر غیر مسلموں کو دیا جاسکتا ہے اور صدقات نافلہ تو بدرجہ اولی

(دیکھئے : درمختار مع الرد :۳۰۱/۳) پس غیر مسلم اقلیت کو تمام معاشی سہولتیں دی جائیں گی، خاص طور پر بیمار، معذور، آفت زدہ، مفلس اور قدرتی مصائب سے دوچار ملک کے تمام شہریوں کی انسانی بنیادوں پر مدد کی جائے گی۔

(۱۰) غیر مسلموں پر شخصی حیثیت سے ایک خاص ٹیکس جزیہ کا اور زرعی پیداوار پر خراج کا لیا جائیگا، عورت، نابالغ بچہ، فاتر العقل، سن رسیدہ بوڑھا، اپاہج اور دائم المریض اشخاص نیز معاشی اعتبار سے کمزور افراد پر جزیہ کا ٹیکس عائد نہیں ہوگا (احکام اھل الذمۃ :۴۸/۱، ۵۲، ۵۳، ھدایۃ ، باب الجزیۃ) جزیہ کی مقدار بہت ہی معمولی ہے، جزیہ کے عوض حکومت ان کی حفاظت کا ذمہ لیتی ہے اور چونکہ مسلمانوں سے زکوۃ وصول کی جاتی ہے، اگر ان سے بھی زکوۃ لی جاتی تو یہ ان کو ایک اسلامی عبادت پر مجبور کرنے کے مترادف ہوتا، اس لئے ان پر ایک خصوصی ٹیکس عائد کیا گیا ہے جو پہلے سے ایران وغیرہ کے علاقہ میں مروج تھا جیسے مسلمانوں سے ان کی زرعی پیداوار میں عشر لیا جاتا ہے جو ایک طرح کی عبادت ہے، اسی طرح غیر مسلموں سے بجائے عشر کے خراج لیا جاتا ہے، جس کی مقدار معمولی ہے اور جو سیلاب یا سوکھا پڑجانے کی صورت میں معاف ہوجاتا ہے، (ھدایۃ ، باب العشر والخراج) یہ ٹیکس غیر مسلموں کی تذلیل نہیں بلکہ ملک کی انتظامی ضرورتوں کو اس طرح پورا کرنا ہے کہ ان پر زکوۃ و عشر جیسی خالص اسلامی عبادتیں لازم قرار نہ دی جائیں کیونکہ یہ مذہبی آزادی کے مغائر ہوتا۔

اسلام کی ان ہی تعلیمات کا اثر ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنے زیر اقتدار غیر مسلم اقلیت یا اکثریت کے ساتھ بہتر سلوک کیا ہے اور آج بھی مسلم ممالک میں غیر مسلم بھائی پوری آزادی اور سہولتوں کے ساتھ مقیم ہیں، اسرائیل میں صورتحال یہ ہے کہ مسلمانوں کے گھر پر بلڈوزر چلا دیئے جاتے ہیں اور بغیر کسی سبب کے انھیں جلا وطن کردیا جاتا ہے لیکن اسرائیل ہی کے پڑوس میں مصر اور شام کو دیکھئے اور ذرا آگے بڑھ کر ایران و عراق پر نظر ڈالیے کہ وہاں یہودی اور بعض قدیم عیسائی فرقے پوری راحت اور سکون کے ساتھ مقیم ہیں، انڈونیشیا سب سے بڑی مسلم آبادی کا ملک ہے وہاں عیسائیوں کو نہ صرف آزادی حاصل ہے بلکہ یہ آزادی بعض اوقات مسلمانوں پر زیادتی کی شکل اختیار کرلیتی ہے، ہندوستان کے مختلف خطوں میں تقریباً ایک ہزار سال مسلمانوں نے حکومت کی لیکن ہندوؤں اور بدھسٹوں کے بڑے بڑے تاریخی مندروں کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ مسلمان حکومت نے ان کے لئے بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں اور مذہبی پیشواوں کے لئے خصوصی مراعات رکھی گئیں، ہندو مورخین

نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے مگر بڑے افسوس کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے کہ آج پوری دنیا میں مسلمان اقلیتوں کے ساتھ نامنصفانہ رویہ اختیار کیا جاتا ہے اور مغربی معاشرہ میں اسلاموفوبیا کی ایسی مہم برپا کی گئی ہے کہ ہر شخص اسلام اور مسلمانوں سے خوف زدہ ہوجائے اور اسلامی شعائر و علامات سے لوگوں کے دلوں میں نفرت بیٹھ جائے جو ممالک جمہوریت وسیکولرزم کا نام لیتے ہیں اور اپنے آپ کو حقوق انسانی کا علمبردار کہتے ہیں، ان کے یہاں حال یہ ہے کہ مذہبی شعائر اور مذہبی شخصیتوں کے احترام میں امتیاز برتا جاتا ہے، انبیاء بنی اسرائیل کی توہین تو قانونا ممنوع ہے اور یقینا ہونی چاہئے لیکن پیغمبر اسلام اور دوسرے مذاہب کے پیشواوں کے معاملہ میں گستاخانہ رویہ کو اظہار خیال کی آزادی کا نام دیا جاتا ہے، لوگوں کو بے لباس تو چلنے کی اجازت ہے لیکن مسلمان عورت کو حجاب یا نقاب پہننے اور مردوں کو داڑھی رکھنے کی اجازت نہیں ہے یہاں تک کہ مسجد کے مینارے بھی ان کی آنکھوں کا تیر بن گئے ہیں، کیا یہی انسانی حقوق کی پاسداری ہے اور یہی اقلیت کے حقوق کی رعایت ہے؟

پھر ہمارے ملک ہندوستان میں صورت حال یہ ہے کہ ممبئی کے فرقہ وارانہ فسادات میں جو مسلمان مارے گئے، ان کے سلسلہ میں سری کرشنا رپورٹ کو دبا دیا گیا اور کوئی کارروائی نہیں ہوئی حالانکہ اس کے ردعمل میں ہونے والے بم بلاسٹ کے مرتکبین کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا، ہم ان کے خلاف کارروائی کے مخالف نہیں ہیں لیکن انصاف کے دو پیمانے نہیں ہونے چاہئیں، بابری مسجد دوپہر کی دھوپ میں اور الیکٹرانک میڈیا کے سامنے شہید کی گئی اور مسجد پر حملہ کرنے والوں کی تصویریں بھی شائع ہوئیں اور اس جرم میں شریک ہونے والوں نے علی الاعلان اس کا اعتراف کیا اور اس پر فخر کا اظہار بھی کیا لیکن اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی، گودھرا کے واقعہ میں ملوث لوگوں پر تو بلا تحقیق جنگل کا قانون پوٹا نافذ کیا گیا لیکن گجرات میں شہید ہونے والے دو ہزار مسلمانوں کی آہ کسی نے نہیں سنی اور حکومت نے اس پر کوئی کارروائی نہیں کی۔ یہ ایک واضح مثال ہے مسلمان اقلیت کے حقوق کو تلف کرنے کی اور مظلوم کو ظالم کے کٹہرے میں کھڑا کرنے کی جس پر آج مغرب سے مشرق تک پوری دنیا کا عمل ہے۔

غرض کہ سیالکوٹ میں جو واقعہ پیش آیا، وہ ایک بدبختانہ واقعہ ہے، جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا کے معتبر علماء نے اس عمل کی مذمت کی ہے۔

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

کسی کو برا کہنے کا انجام پہلے برسوں میں اب دنوں میں

مغرب کی نماز مکمل کرکے جیسے ہی امام صاحب نے سلام پھیرا، پچھلی صف سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''میرے بھائیو! میری بچی بہت بیمار ہے، اس کو کینسر ہوگیا ہے، میں مجبور اور معذور ہوں، آپ میری مدد کیجئے!'' وہ اپنی بات مکمل بھی نہیں کرپایا تھا کہ صف میں موجود کئی مصلیوں نے بیک آواز اس کو خاموش کرکے بٹھا دیا اور اس سے یوں کہا گیا کہ مسجد میں نہیں مانگتے، باہر جاکے مانگو، میں سنتوں سے فراغت کے بعد مسجد سے باہر نکل رہا تھا تو دیکھا کہ وہ مجبور و مسکین مسجد کی سیڑھیوں پر اپنی چادر پھیلا کر بیٹھا ہوا ہے اور اس میں کچھ مصلیوں کی طرف سے رقم بھی پڑی ہوئی ہے، میرے پیچھے ہی وہ صاحب بھی آگئے جو شہر کے ایک سرمایہ دار بھی تھے اور جنھوں نے ان کو سلام کے بعد امداد کے لیے اعلان سے ترش لہجہ میں منع کیا تھا، اس کو باہر مسجد کی سیڑھی پر بیٹھا دیکھ کر ان کا پارہ چڑھ گیا، اس کو مخاطب کرکے کہنے لگے ''تم مسجد کے کمپاؤنڈ سے ابھی نکل جاؤ، باہر جاکر مانگو، بیماری کا بہانہ کرکے بھیک مانگتے ہو، جھوٹ بولتے ہو، ہٹے کٹے ہو کماتے نہیں ہو''

غرض یہ کہ اس کو انہوں نے اپنے سامنے ہی برا بھلا کہتے ہوئے اسی وقت سڑک پر بھیج کر ہی دم لیا، وہ بڑے نیک انسان تھے، شہر کے دیندار رؤساء میں ان کا شمار ہوتا تھا لیکن ان کو اس بات کا استحضار نہیں رہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فقیروں اور مسکینوں کو قطع نظر اس کے کہ وہ مستحق ہیں یا نہیں جھڑکنے، ڈانٹنے اور برا بھلا کہنے سے سختی سے منع کیا ہے، کسی کی دل آزاری و توہین اللہ پاک کو سخت ناپسند ہے اور اس کا بدلہ دنیا ہی میں فوری مل جاتا ہے۔

چند ہی دن گذرے تھے، وہ صاحب اتفاق سے اسی مسجد اور اسی نماز کے بعد اسی جگہ مجھے ملے، کہنے لگے: مولانا! میری چھوٹی بیٹی کے لیے خاص دعا فرمایئے، اس کو بلڈ کینسر ہوگیا ہے، میں نے دل ہی دل میں کہا کہ ایک زمانہ تھا کسی کو برا بھلا کہنے پر یا کسی کا دل دکھانے یا عار دلانے پر برسوں کے بعد اس کے بُرے انجام و نتیجہ کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اب تو زمانہ ترقی یافتہ اور معاملہ نقدی ہوگیا

ہے، اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے کی طرح برسوں کے بجائے اب لمحوں اور دنوں میں ہی اس کے نتائج سامنے آجاتے ہیں۔

دوسرا عبرتناک واقعہ

ایک دوسرا واقعہ بھی عبرت کے لیے سننے سے تعلق رکھتا ہے، ماضی قریب کی بات ہے، ایک صاحب کی کنواری بچی ایک غیر رشتہ دار مرد کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی، شہر میں اس کا چرچہ ہونے لگا، ایک جگہ اس واقعہ کا ذکر ہو رہا تھا، اس مجلس میں ایک صاحب جو شریف خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اس گفتگو میں شریک تھے کہنے لگے کہ اس بچی کے باپ کو شرم سے ڈوب کر مرجانا چاہیے، ان کی بچی نے خود ان کے خاندان کا نہیں بلکہ پوری قوم کا نام بدنام کردیا ہے، بے جالاڈ پیار نے ان کو یہ دن دکھائے ہیں وغیرہ وغیرہ، چند ماہ بھی نہیں گذرے تھے ان کے ایک بچہ کے متعلق جو گاؤں سے باہر ایک بڑے شہر میں زیر تعلیم تھا ایک غیر مسلم ہندو کے ساتھ بھاگ جانے کی اطلاع آئی، کچھ ماہ کے لیے وہ خود شرمسار ہو کر شہر سے باہر جا کر مقیم ہو گئے۔

تیسرا عبرت انگیز قصہ

تیسرا عبرت انگیز واقعہ بھی سنئے! ایک صاحب تھے، ان کا گھرانہ نہایت دیندار، وہ خود آخری درجہ کے متدین نمازی ہی نہیں بلکہ تہجد گذار اور تکبیر اولی کے بھی پابند تھے، ان کے ایک صاحبزادے کے متعلق خبر آئی کہ بگڑے بگڑتے ایک غلط کام میں پکڑے گئے ہیں، پورا شہر پریشان اتنے نیک والد کا بیٹا ایسا کیسے ہوگیا، آخر کیا ماجرا ہے؟ سب کو یقین تھا کہ انھوں نے ایک لقمہ بھی اپنی اولاد کو حرام کمائی کا نہیں کھلایا تھا، نہ اپنی اولاد کو اتنے روپے پیسے دیئے تھے کہ وہ عیاشی کے عادی ہوسکیں، آخر ان سے کیا گناہ سرزد ہوگیا کہ ان کو یہ بُرے دن جیتے جی دیکھنے پڑے، سب اس کے اسباب جاننے کے لیے بے چین تھے، آخر ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے ان کے ایک عمر رسیدہ دوست اور ساتھی نے یہ عقدہ حل کرلیا، وہ کہنے لگے کہ وہ بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں بڑے سخت واقع ہوئے تھے، بچوں کو شرارت اور حکم عدولی کرتے دیکھتے تو ان کو ایسے الفاظ سے اپنی مادری زبان میں ڈانتے جس کا ترجمہ جھوٹا، گدھا، بندر اور جانور سے کیا جاتا ہے، اسی طرح دوسرے کے بچوں کو بھی راستہ یا گلی محلّہ میں شرارت کرتے دیکھتے تو غصہ میں کہتے کہ "بدتمیز! تمھیں کس بدمعاش باپ نے جنا ہے"، ان کا کہنا تھا کہ آج ان کا یہ بچہ جو ناخلف اور آوارہ بن گیا ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے، عوام کے لیے بھی گتھی سلجھ گئی، ایک تو انہوں نے دوسروں کے بچوں کو طعنہ دیا اور عار دلایا، دوسرے خود اپنے بچوں کو ڈانٹتے وقت

غصہ میں غیر شعوری طور پر سہی ایسے گالی کے الفاظ استعمال کیے جس کو وہ خود دوسروں سے اپنے بچوں کے حق میں سننا گوارہ نہیں کر سکتے تھے، یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہوئیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے جیتے جی ان کو اس کا نتیجہ خود ان کی ناخلف اولاد کی شکل میں دکھایا۔

واقعات کے محرکات، اسباب ونتائج

آپ ان تینوں واقعات کے محرکات، اسباب اور نتائج کا تجزیہ کیجئے! اس میں آپ کو مشترک طور پر جو سبب نظر آئے گا وہ ہے دوسروں کو عار دلانا، کسی کی دل آزاری کرنا اور طعنہ دینا، یہ وہ عادتیں وخصلتیں ہیں جس کا جیتے جی بُرا نتیجہ اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں دکھا دیتے ہیں جیسا کہ ان مذکورہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے جو شخص اپنے کسی بھائی کو اس کے کسی گناہ پر عار دلائے گا یعنی طعنہ دے گا مرنے سے پہلے اس گناہ کے اندر اللہ تعالیٰ خود اس کو مبتلا کردیں گے، مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّىٰ يَعْمَلَهُ

اپنی اولاد کی نیک نامی وبدنامی کا ذریعہ خود ان کے والدین ہی ہوتے ہیں، ان کی تعلیم وتربیت میں توجہ وانہماک ہی ان کو نیک نام کرتی ہے اور اس سلسلہ میں والدین کی کوتاہی یعنی ان کو گالی گلوچ، غیر شعوری طور پر غصہ کی حالت میں ان کو برا بھلا کہنے اور دوسروں کی اولاد پر طعنہ کسنے سے ہمارے لیے اس طرح کے برے دنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، والدین کی دعائیں جس طرح بچوں کے حق میں جلد قبول ہوتی ہیں اسی طرح اپنے بچوں کے لیے غیر شعوری طور پر ہی سہی غصہ کی حالت میں زبان سے نکلنے والے بددعائیہ کلمات بھی اپنا فوری اثر دکھاتے ہیں۔

مولانا علی میاںؒ کی خدمات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس پوری صدی میں نہ صرف برِ صغیر بلکہ پورے عالم اسلام وعالم انسانیت میں اللہ تعالیٰ کے ان چنیدہ ومنتخب بندوں میں تھے جن کو اللہ نے آخری درجہ کی مقبولیت اور محبوبیت سے نوازا تھا، حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے بعد تیرہ سو سال کے وقفہ میں پہلی دفعہ شاہ فہد مرحوم کے زمانہ میں کعبۃ اللہ کے عمارت کی بنیاد کی کھدائی کے ساتھ ازسر نوتعمیر ہوئی، کلید بردار متولی کعبہ نے اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں ملنے والے سب سے بڑے اعزاز یعنی کعبۃ اللہ کے افتتاح کے لیے دنیا بھر کے سربراہوں وحکمراں خاندان کے دسیوں شہزادوں اور علماء وصلحا کی موجودگی میں مفکر اسلامؒ کو اس اعزاز وسعادت کے لیے منتخب فرما کر کلید کعبہ ان کے حوالہ کی،

جیتے جی عالم اسلام میں بہت کم لوگوں کے علمی و دینی تحقیقات کے حوالے جمعہ کے دن حرم شریف کے منبر ومحراب سے سنے گئے لیکن اس صدی میں یہ اعزاز مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا کہ ان کی زندگی ہی میں حرمین شریفین کے جمعہ کے خطبات میں ائمہ حرم اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے امام بصریؒ اور امام ابن تیمیہؒ کی طرح مولانا کے علمی اقتباسات کے حوالہ دیتے تھے، دنیا کے بڑے بڑے مسلم حکمرانوں کی نماز غائبانہ حرمین شریفین میں ادانہیں کی جاتی لیکن مفکر اسلام کی وفات پر رمضان شریف میں ۲۷ لاکھ بندگان خدا نے حرم مکی اور ۱۵لاکھ لوگوں نے حرم مدنی میں آپ کی نماز غائبانہ ادا کی، ۲۳؍رمضان المبارک کو روزہ کی حالت میں عین جمعہ کے موقع پر سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی ،آپ کی وفات کے صرف آٹھ سال کے عرصہ میں سو سے زائد کتابیں آپ کے متعلق دنیا کی مختلف زبانوں میں لکھی گئیں، عنداللہ قبولیت کے یہ آثار دنیا ہی میں آپ پر جو ظاہر ہوئے اس کو محض فضل خداوندی کے علاوہ اور کسی چیز سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، اسی کے ساتھ مولانا کے والدین بالخصوص ان کی والدہ کے انداز تربیت کا ان کی اس نیک نامی وصالحیت میں اہم حصہ تھا۔

تربیت کے اثرات

مفکر اسلام خود فرماتے تھے کہ ان کی والدہ نے ان کی تربیت میں جن اہم باتوں پر سب سے زیادہ توجہ دی وہ یہ کہ میرے پیٹ میں حرام ہی نہیں بلکہ مشتبہ لقمہ بھی نہ پہنچ پائے ،دوم یہ کہ میں کسی کی دل آزاری نہ کروں، ایک دفعہ میرا بچپن میں اپنے گھر کی خادمہ کے ہم عمر بچہ کے ساتھ کھیل کے دوران جھگڑا ہوگیا اور میں نے بھی جواباً اس کو مارا، میری والدہ کو جب اس کا علم ہوگیا تو میرے سامنے اس بچہ کو بلا کر مجھے مارنے کا حکم دیا، اس دن سے ظلم کے خلاف میرے دل میں ایسی نفرت بیٹھ گئی کہ میں اپنا جائز حق لینے کے لیے بھی ہمیشہ کسی پر ہاتھ اٹھانے سے باز رہا، نماز کے سلسلہ میں کوتاہی ان کے یہاں ناقابل معافی تھی ، اگر میں کبھی عشاء سے پہلے تھک کر سو جاتا تو ہر حال میں مجھے اٹھا کر نماز پڑھوا کر ہی دوبارہ سلاتی ،اسی کے ساتھ جو اہم ترین نکتہ ان کی تربیت کے سلسلہ میں ہمیشہ ان کے لیے واجب العمل رہا وہ سننے سے تعلق رکھتا ہے ،مولانا فرماتے ہیں" زندگی بھر وفات تک میری والدہ ہمیشہ دو رکعت صلاۃ الحاجۃ میرے لیے پڑھ کر یہ دعا اللہ سے کرتی رہی کہ اے اللہ! میرے علی سے کوئی ایسا کام نہ کرا جس سے اس کی یا ملت کی بدنامی ہو، اس کو غلط کاموں سے ہمیشہ بچا"۔

اولاد کے لئے دعاؤں کا اہتمام

حضرت مولانا کی والدہ کے اس تربیتی نہج کی روشنی میں ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہم اپنی اولاد کے سلسلہ میں ان اصولوں پر کاربند ہیں ؟ کیا ہم اپنی اولاد کا نام لے کراللہ تعالیٰ سے روزانہ دعا کرتے ہیں ؟ ہم تو اپنی اولاد کے لیے اچھی جگہ شادی ،بہتر روزگار ،صحت وعافیت اور امتحان میں اچھے نمبرات سے کامیابی کے لیے شاید دعا کرتے ہوں لیکن کیا ہم اپنے نونہالوں کا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے یہ التجا بھی کبھی کرتے ہیں کہ اے اللہ! میرے بیٹے عبداللہ اور بیٹی فاطمہ وعائشہ کو غلط حرکتوں، بدنامی اور گناہوں کے کاموں سے بچا کر دین کی اشاعت وتبلیغ کے لیے قبول فرما،اس کا جواب ہم میں سے اکثریت کا شاید نفی میں ہوگا ،صلاۃ الحاجہ پڑھنے میں صرف ۲؍منٹ لگتے ہیں اوراپنے بچوں ہی کا نام نہیں بلکہ دس پندرہ پوتوں اورنواسوں کا نام لے کربھی ہم اس طرح دعا کریں گےتو دو چار منٹ سے زائد کا وقت نہیں لگے ،دن بھر ۲۴ گھنٹے میں ۱۴۴۰ منٹ میں صرف ۵ منٹ بھی رحیم وکریم آقا سے اپنی اولاد کے لیے التجاء ودعا کے لیے کیاہم نکال نہیں سکتے ؟ پھر ہم کیسے امید رکھیں کہ ہمارے بچے ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بن کر دنیا میں اسلام کا پرچم لہرائیں گے اور دعوت ودین کا کام کریں گے۔

آپ آس پاس ہی نظر دوڑائیے!یا ماضی قریب کی صرف ہمارے ملک کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے !ملت کے اکثر نامور فرزندان کے والدین کا شمار صلحاء وعلماء میں نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ عام قسم کے انسان تھے لیکن اپنی اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں وہ ان مذکورہ بالا اصول پر کاربند تھے جن کا اہتمام مفکر اسلامؒ کی والدہ کے یہاں تھا، اسی طرح کتنے صلحاء وعلماء کی اولاد میں ہم کو ایسے افراد نظر آئیں گے جن سے قوم وملت ہی نہیں خود ان کے والدین تک آکر پناہ مانگنے لگے،اس کی وجہ یہی ہے کہ اچھے دیندار گھرانے سے ان کی نسبت کے زعم نے اپنی اولاد کی اخلاقی ودینی تربیت سے ان کے والدین کو غافل کردیا تھا جس کا وہ خمیازہ ناخلف اولاد کی صورت میں بھگتے رہے۔

ہمیں یہ زعم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نیک ،ہمارا گھرانہ نیک ،ہمارا ماحول نیک،انبیاء کرام علیہم السلام جیسے اولوالعزم بندگانِ خدا کو بھی اپنی اولاد کی گمراہی کا ڈرلگا رہتا تھااور وہ اس کے لیے برابر اللہ تعالیٰ سے دست بدعا رہتے تھے،جب ان معصوم پیغمبران اکا یہ عالم تھاتو ہماشما کی کیا حیثیت ہے اور ہم کو کس قدر اپنے اور اپنی اولاد کے متعلق ڈرتے رہنا چاہیے۔

ستر پوشی کے فوائد

کسی کو عار دلانے یا کسی کی دل آزاری کرنے، کسی گناہ پر کسی کو طعنہ دینے ،اس کا چرچہ کرنے اور لوگوں میں اس کی تشہیر کرنے کے گناہ میں ہم مبتلا ہوں گے تو ہماری یہ عادت اللہ تعالی کو اتنی ناپسند ہوگی کہ جیتے جی خود ہماری اولاد ہی میں ہمارے لیے برا انجام دکھائیں گے اور ہم خون کے آنسو رونے پر مجبور ہوں گے، غلطی اور گناہ انسان ہی سے صادر ہوتے ہیں ،بڑے سے بڑا گناہ بھی کسی سے سرزد ہو تو دوسروں کے سامنے اس کا ذکر کرنے ،چرچہ کرنے اور اس کی تشہیر سے بچیں ،ان سے براہ راست مل کر یا قریب بلا کر محبت سے سمجھانے کی کوشش کریں ،کیا بعید کہ اللہ تعالی آپ کی ان مخلصانہ باتوں کو اس کے دل میں اتار دے اور وہ گناہوں سے تائب ہو جائے ،یا پھر اس کے لیے اور ان کے والدین کے لیے عذر تلاش کریں اور یہ سوچیں کہ کیا اس کی جگہ میری اولاد ہوتی یا میرے بھائیوں یا میرے کسی رشتہ دار کے بچے ہوتے تو کیا میرا اس وقت بھی ردعمل یہی ہوتا یا پھر میں کسی طرح کی تاویل کر کے ان کو بچانے یا ان کے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا، دوسروں کی ستر پوشی اور عیوب پر پردہ ڈالنے کی عادت وصفت ستار العیوب ورب العالمین آقا کو اتنی پسند ہے کہ اس نے قیامت کے روز اپنے ایسے بندوں کی ستاری کا وعدہ فرمایا ہے۔

ہم اپنی اولاد ہی کی نیک نامی کے لیے حتی المقدور کوشش کریں اور ان کی اخلاقی ودینی تربیت میں کوئی کوتاہی نہ کریں ،دینی تعلیم سے ان کو آراستہ کریں اور پھر اللہ تعالی سے روزانہ برابر اپنے بچوں کا نام لے کر دعا بھی کرتے رہیں ،اس کیلئے قرآن مجید میں مؤثر ترین دعا بھی ہمیں سکھائی گئی اس کا روزانہ معمول بنائیں کہ اے اللہ! میرے لیے ایسی بیوی اور بچے عنایت فرما کہ جو میرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور مجھے متقیوں کا امام بنا ،رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا۔

غصہ کی حالت میں بھی اپنی اولاد کیلئے گالی گلوچ اور غیر شعوری طور پر بھی ایسے نازیبا کلمات سے اپنی زبان کو بچائیں جس کا شمار بددعائیہ کلمات میں ہوتا ہے پھر ان کے لیے اللہ تعالی سے التجائیں کریں اور ان کے لیے روزانہ دو رکعت صلاۃ الحاجۃ پڑھنے کا آج سے ہم معمول بنائیں پھر قدرت الٰہی کا کرشمہ دیکھیں کہ بگڑا ،بدنام ،سرکش ،بات نہ ماننے والا ،ضد کرنے والا ،نمازوں میں سستی کرنے والا ،بری صحبت میں رہنے والا ہمارا جگر کا یہ ٹکڑا جو کل تک خون کے آنسو رلا رہا تھا فضل خداوندی سے ان شاء اللہ خود بخود اس میں تبدیلی آئے گی اور وہ مطیع وفرمانبردار بن کر ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا۔

مولانا محمد عمر انور بدخشانی
جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت
بیاد حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

برادرم حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب زید مجدہ (مدیر ماہنامہ الحق) کی طرف سے آج ''الحق'' کی خصوصی اشاعت موصول ہوئی ، اللہ تعالی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس ناچیز کو یاد رکھا، آمین ۔ یہ خصوصی اشاعت دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے تذکرہ وسوانح ، خدمات ، کارنامے ، شہادت اور سفر آخرت کی ایمان افروز داستان ہے جو چار ضخیم جلدوں (تقریبا ۲۲۰۰ صفحات) پر مشتمل ہے، غالبًا دینی مذہبی اردو رسائل کی دنیا میں کسی ماہنامہ کی طرف سے کسی شخصیت کے متعلق پہلی مرتبہ اتنا ضخیم نمبر شائع کیا گیا ہے ، اس اعتبار سے بھی یہ تاریخی اور یادگار اشاعت ہے۔اس اشاعت کے مرتب حضرت مولانا راشد الحق سمیع اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی زید مجدہم ہیں ، انہوں نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے بہت کم مدت میں یہ کارنامہ انجام دیا کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی نسبت سے تقریبا تمام مواد یکجا کر دیا، اس میں بہت سی تحریریں اور مضامین نئے اور غیر مطبوعہ ہیں، بہت سی تحریریں اور مضامین مطبوعہ بھی ہیں جو اس سے قبل مختلف مواقع پر شائع ہو چکے تھے لیکن وہ منتشر اور بکھرے ہوئے تھے، اس تمام ریکارڈ کو ایک جگہ جمع کر کے آئندہ آنے والے محققین اور مورخین کے لئے سہولت اور آسانی کر دی۔ اللہ تعالی ان دونوں حضرات اور ان کے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

نامور علما ، دانش وروں ، سیاست دانوں اور اہل علم وقلم کی طرف سے خراج عقیدت ومحبت پر مشتمل اسے قیمتی دستاویز کہنا ایک گونہ تواضع اور عاجزی کا اظہار ہے ، وگرنہ درحقیقت یہ عالم اسلام اور مغربی طاقتوں کے درمیان جاری کشمکش کے ایک پورے عہد کی تاریخی دستاویز ہے، یہ کشمکش تقریباً گزشتہ چار دہائیوں سے جاری ہے ، ہمسایہ ملک افغانستان براہ راست اس کا مرکز رہا ، برادر

مسلمان ملک اور پڑوس ہونے کی وجہ سے پاکستان بھی اس کا شکار رہا، دونوں ممالک کے مسلمانوں نے اس جنگ میں بڑی قربانیاں پیش کیں، عالمی طاقتوں کے سامنے اکثر اسلامی ممالک نے گھٹنے ٹیک دیئے یا پھر بغاوت اور فساد کی وجہ سے تباہی مقدر ہوئی لیکن پاکستان اور افغانستان کے مسلمانوں نے انتہائی حکمت، استقامت، بہادری اور جوانمردی سے اس کا مقابلہ کیا اور بالآخر ہندوستان سمیت عالمی طاقتوں کو راہ فرار اختیار کرنا پڑی، تحفظ اسلام و پاکستان کے حوالہ سے ہمارے دینی مدارس کے علما وطلبہ نے بھی بھرپور خدمات پیش کیں، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اس پورے عہد میں ایک مرکزی کردار کی حیثیت رکھتا ہے، اس طویل عرصہ میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ جامعہ کا منصب اہتمام اور دیگر گوناگوں ملکی وملی فرائض وخدمات انجام دیتے رہے، ماہنامہ ''الحق'' کی یہ اشاعت خاص مذکورہ تمام حوالوں کی وجہ سے بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہے، اس موقع پر بے اختیار یہ بات نوک قلم پر آجاتی ہے کہ قابض طاقتوں کے لحات فرار کا مشاہدہ اگرچہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مقدر میں نہ تھا لیکن ان کی پوری زندگی غلبہ اسلام کی جدوجہد سے عبارت تھی، چمن میں جب بھی بہار آتی رہے گی وہ یاد آتے رہیں گے۔ راقم نے حضرت مولانا شہید رحمہ اللہ کی کتاب مشاہیر پر ان کی حیات میں ایک مضمون لکھا تھا جو ماہنامہ ''بینات'' اور پھر ماہنامہ ''الحق'' میں شائع ہوا، مرتبین نے اس اشاعت خاص میں بھی اسے شامل کرکے راقم کی ایک مرتبہ پھر حوصلہ افزائی فرمائی جس پر ان کا بے حد مشکور ہوں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب وہ مضمون بینات میں شائع ہوا تو ایک دن کسی اجنبی نمبر سے کال آئی، ریسیو کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہیں، راقم کے اس طالب علمانہ مضمون پر بے حد خوشی کا اظہار کیا اور بہت حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ مستقل لکھنے کا حکم بھی دیا اور پھر اپنی تمام دستیاب تصنیفات دعائیہ کلمات اور دستخط کے ساتھ بھیجیں اور ساتھ ہی راقم کے نام ایک خط بھی تحریر فرمایا جس کا عکس یہاں دیا گیا ہے، یہ ان کی خوردنوازی کی اعلیٰ مثال تھی کہ ایک طالب علم کے لیے اس طرح شفقت محبت کا اظہار فرمایا۔ بہرحال! چار جلدوں پر مشتمل یہ ضخیم اشاعت پندرہ ابواب پر مشتمل ہے۔

ویسے تو کئی حوالوں سے لیکن خاص طور پر تاریخ عصر حاضر کا ہر وہ طالب علم جو یہ جاننا چاہے کہ عالم اسلام اور بالخصوص برصغیر میں عالمی طاقتوں کے حوالہ سے دینی مدارس اور علما کا کیا کردار رہا؟ تو وہ اس اشاعت خاص سے کسی طور بھی مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے۔ (آمین)

مولانا محمد شفیع چترالی
ایڈیٹر روزنامہ ''اسلام''

ماہنامہ ''الحق'' کا شاہکار: مولانا سمیع الحق شہیدؒ نمبر

ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک نے اپنے بانی مدیر شہید ناموس رسالت حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یاد میں چار جلدوں پر محیط تفصیلی نمبر شائع کر کے جہاں مجلاتی صحافت کی تاریخ میں ایک خوبصورت باب کا اضافہ کیا ہے، وہیں حضرت شہید اسلام شہید ناموس رسالتؐ کی محبتوں اور شفقتوں سے محروم ہونے والے ہم جیسے لاکھوں عقیدت کیش سوگواروں کی کچھ تسلی اور تسکین کا بھی سامان کر دیا ہے۔

برادر محترم مولانا راشد الحق سمیع مدیر ''الحق'' کی جانب سے ''الحق'' کے خاص نمبر کی تقریب رونمائی میں شرکت کا خصوصی دعوت نامہ موصول ہوا تھا، افسوس کہ کچھ عوارض کے باعث اس تقریب میں شرکت سے قاصر رہا مگر مولانا نے از راہ عنایت ''خاص نمبر'' ڈاک کے ذریعے ارسال فرما دیا۔ دیکھ کر دلی مسرت ہوئی اور بے اختیار داد دینے کو جی چاہا، کیونکہ اس نمبر کی ترتیب وتبویب میں جہاں زبردست محنت اور عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے، وہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس میں خود حضرت شہید اسلام مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خاص ادبی و ادارتی ذوق کی پوری پوری رعایت کی گئی ہے اور بہت خوبصورت انداز میں متعلقہ مواد کی درجہ بندی کی گئی اور الاہم فالاہم کے اصول کی پیروی کی گئی ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے جس طرح اپنے بچپن کے دنوں میں ہی پیش آمدہ ذاتی، خاندانی، جماعتی، اور قومی سطح کے اہم اور قابل ذکر واقعات کو ذاتی ڈائری کی شکل میں محفوظ کیا اور پھر وقت آنے پر مناسب ایڈیٹنگ کے بعد شائع کیا، اس کے اپنے اور اپنے والد گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے نام آنے والے مختلف اکابر، معاصر، مشاہیر اور بزرگوں کے تمام خطوط، مکتوبات اور مراسلات کو محفوظ رکھا اور ترتیب اور سلیقے کے ساتھ ''مکتوبات مشاہیر'' کے عنوان سے ایک اہم

تاریخی دستاویز کی صورت میں بڑے اہتمام سے شائع کیا۔

اسی طرح دارالعلوم حقانیہ میں آنے والے وقت کے اکابر، اساطین علم اور مشائخ طریقت کے خطبات اور بیانات کو ضبط تحریر میں لاکر ''خطبات مشاہیر'' کے نام سے تاریخی ریکارڈ کا حصہ بنایا، وہ انہی کا خاصہ تھا اور برصغیر کی تاریخ میں کسی دینی درسگاہ کی تاریخ کو اس طرح گوناگوں انداز میں محفوظ کرنے کی شاید ہی کوئی مثال مل سکے۔ مقام مسرت واطمینان ہے کہ مولانا کی تربیت یافتہ ماہنامہ ''الحق'' کی ٹیم نے مولانا شہیدؒ کی یاد میں شائع ہونے والے خصوصی نمبر میں بھی مولانا کے اسلوب اور انداز کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے اور ماہنامہ ''الحق'' کی طرف سے اس کے بانی مدیر کی نصف صدی سے زائد کی خدمات کو بہترین انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ دینی صحافت میں مولانا شہیدؒ کے خلف الرشید اور مولانا کی زندگی میں ہی ان کی سرپرستی و رہنمائی میں طویل عرصے سے الحق کی ادارت کا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دینے والے مولانا راشد الحق سمیع اور تصنیف وتالیف کا طویل تجربہ رکھنے والے معروف مصنف اور محقق مولانا عبدالقیوم حقانی نے بڑی محبت، محنت اور لگن کے ساتھ اس خاص نمبر کو مرتب کیا اور ایک خوبصورت گلدستے کی صورت میں اہل علم کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

خاص نمبر کی پہلی جلد میں مولانا عبدالقیوم حقانی کے قلم سے شہید اسلام مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی سوانح حیات، ان کے دینی، علمی، سیاسی، صحافتی کارناموں کی تفصیل اور تذکرے کے ساتھ برصغیر پاک و ہند کے ممتاز علما اور اکابر کے مولانا شہید کے بارے میں مضامین، بیانات اور تاثرات کو شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح مولانا راشد الحق اور مولانا شہیدؒ کے برادر عزیز مولانا انوار الحق حقانی کے مضامین گویا آنسوؤں میں قلم ڈبو کر لکھے گئے ہیں۔ خاص نمبر میں سب سے پرتاثیر مضمون شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا ہے، جنہوں نے مولانا شہیدؒ کے ساتھ اپنی تقریباً سات دہائیوں پر محیط دوستی، بے تکلف تعلقات اور الفت ومحبت کے واقعات کا ذکر چھیڑا اور گویا اپنا دل کھول کر قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی، جمعیت علماہند کے صدر مولانا سید ارشد مدنی، مولانا محمود اسعد مدنی، مولانا نور عالم خلیل امینیؒ، دارالعلوم ندوۃ العلما کے مولانا سید رابع حسنی، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سابق صدر علامہ ڈاکٹر

عبدالرزاق اسکندرؒ، جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمن، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا زاہدا لراشدی، مولانا عیسیٰ منصوری، مولانا محمد احمد لدھیانوی، سینیٹر سراج الحق، حافظ محمد سعید، اعجاز الحق، عبداللہ گل، راجہ ظفر الحق، پیر اعجاز ہاشمی اور دیگر علماء اور دینی وقومی رہنماؤں نے اپنے اپنے مضامین میں مولانا شہیدؒ کی ہمہ جہت خدمات کا دل نشین انداز میں احاطہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں ملک کے معروف صحافیوں، کالم نگاروں، اہل قلم اور مدیران جرائد کی نگارشات بھی خاص نمبر کی زینت ہیں۔ عالم اسلام کی ممتاز شخصیات، دینی وقومی رہنماؤں کے تعزیتی بیانات کو بھی ریکارڈ کا حصہ بنایا گیا ہے۔

خاص نمبر کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں خود مولانا شہیدؒ کے قلم جواہر رقم سے نکلے ہوئے متعدد اہم علمی وتحقیقی مضامین بھی پڑھنے کے لیے دستیاب ہیں جن سے مولانا کے علمی رسوخ اور ادبی دستگاہ کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کسی شخصیت پر خاص نمبر کی اتنی ضخامت بظاہر اچھنبے کی بات لگتی ہے لیکن اس خاص نمبر کا قاری اسے پڑھنے کے بعد اس کے مرتبین کے اس بیان سے اتفاق کرنے پر مجبور ہوگا کہ لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم!

اسلام کا نظام اکل و شرب وفلسفہ حلا ل و حرام

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

ضبط وترتیب : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

امام ترمذی کی جامع السنن یعنی ترمذی شریف کے ابواب الاطعمۃ والاشربۃ کی نہایت موثر، دلنشین شرح، جدید عصری معلومات کی روشنی میں اسلام کے نظام اکل وشرب کے منفرد خصوصیات اور اسلام کے فلسفہ حلال وحرام پر اچھوتے انداز میں بحث۔

برائے رابطہ نمبر: 0333-9167789 - 0315 -9898998

مولانا سعید الحق جدون
لیکچرر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

تفسیر قرآن کے اصول اور ہمارا روایتی طرزِ عمل

کچھ عرصہ سے بعض مسلمانوں میں یہ شدید غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ عالم بننے کیلئے کوئی معیار نہیں ہے، ہر کوئی بندہ از خود مطالعہ سے عالمِ دین اور مفسر قرآن بن سکتا ہے اس لئے لوگ محض سرسری مطالعہ یا قرآن وحدیث کا اردو ترجمہ دیکھ کر دینی معاملات میں رائے زنی کرتے ہیں اور دینی مسائل میں عقلی گھوڑے دوڑانا شروع کر دیتے ہیں اور اپنی رائے اور سوچ سے جو کچھ ذہن میں ہوتا ہے قرآنی کی آیات کا مطلب وہی بیان کر دیتے ہیں ،صرف یہ نہیں کہ یہ حضرات من مانے طریقے پر قرآن کی تفسیر کرتے ہیں بلکہ پرانے مفسرین کی غلطیاں نکالنے کے درپے ہوتے ہیں اور بڑے بڑے مفسرین پر تنقید کرنے کو کمال سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک انتہائی خطرناک عمل ہے جو انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ انجینئر اور ڈاکٹر بننے کیلئے ایک خاص تعلیمی معیار ہے، محض میڈیکل سائنس کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے کوئی شخص ڈاکٹر نہیں بن سکتا ہے اور نہ دنیا اسے ڈاکٹر تسلیم کرنے کو تیار ہے جب تک اس نے میڈیکل کالج یا یونیورسٹی میں باقاعدہ اساتذہ سے تعلیم حاصل نہ کی ہو، اسی طرح صرف انجینئرنگ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے انجینئر بننے والے کو کوئی صاحب عقل انجینئر تسلیم نہیں کرسکتا کیونکہ اس کیلئے صرف انگریزی جاننا اور کتابوں کا مطالعہ کرنا کافی نہیں ہے بلکہ اس کیلئے اس فن کے اساتذہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل کرنا شرط ہے، آخر سوچ کی بات ہے کہ جب انجینئرنگ اور میڈیکل کی کتابوں کا صرف مطالعہ کرنے سے انجینئر اور ڈاکٹر نہیں بن سکتا ہے اور نہ لوگ ان کو انجینئر اور ڈاکٹر تسلیم کرنے کو تیار ہیں تو محض اردو تراجم کا مطالعہ کرنے سے مفسر قرآن بن سکتا ہے؟ اگر کوئی اس طرح مفسر ہونے کا دعویٰ کرے تو کیا وہ حق بجانب ہوں گے؟ کیا قرآن کا علم لاوارث علم ہے کہ اس کی تفسیر کیلئے کسی علم اور فن کی ضرورت نہیں صرف ترجمہ دیکھ کر مفسر قرآن بننے کا دعویٰ علم ودین کے ساتھ کیساتھ افسوس ناک مذاق ہے؟ جو لوگ اس قسم کی جسارت کے مرتکب ہوتے ہیں وہ ایک پُرخطر راستے سے گزر رہے ہیں جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ڈرایا ہے، فرمایا: من قال فی القرآن برأیہٖ فلیتبوأ مقعدہ من النار (ترمذی) ''جس نے اپنی رائے اور خیال سے قرآن کریم

کے بارے میں کوئی بات کہی تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔"

اسی طرح جامع الترمذی اور سنن ابوداؤد میں ایک روایت ہے: من قال فی القرآن برأیہ فأصاب فقد أخطأ" جس شخص نے قرآن کریم کے بارے میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی اگر چہ اس نے ٹھیک بات کہی ہو پھر بھی اس نے غلط کام کیا۔" جو لوگ دین میں بغیر علم کے رائے زنی کرتے ہیں آہستہ آہستہ ان میں مقتدا اور پیشوا بننے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، چنانچہ اس طرح پیشوا بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القمر) "بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت لینے کیلئے آسان کردیا ہے۔"

براہ راست مفسرین بننے کے خواہشمند حضرات اسی آیت سے اپنے اس فعل پر استدلال کرتے ہیں کہ قرآن تو آسان کتاب ہے اس لئے لمبے چوڑے فن کی ضرورت نہیں ہے، یہ استدلال ایک شدید مغالطہ ہے جو کم فہمی پر مبنی ہے، دراصل قرآن کریم کی آیات دو قسم کی ہیں، ایک وہ آیتیں ہیں جن میں نصیحت ہو اس قسم کی آیات بالکل آسان ہیں مذکورہ آیت کریمہ اس قسم کی تعلیمات کے بارے میں ہیں، دوسری قسم کی آیتیں وہ ہیں جو احکام وقوانین پر مشتمل ہیں جن سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں یہ ہر کسی کا کام نہیں جب تک اسلامی علوم میں بصیرت اور پختگی نہ ہو، اس تفصیل کی روشنی میں اس استدلال کا مختصراً جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان ہے اجتہاد کیلئے نہیں۔

جو لوگ بغیر علم کے دینی معاملات میں رائے زنی کرتے ہیں وہ یہ سوچتے ہیں کہ ہم دین کی خدمت کررہے ہیں مگر فی الحقیقت وہ اپنی خدمت کے ذریعے اسلام کی جڑیں کاٹ ڈالتے ہیں، دیکھئے جہاد، حدود، پردہ اور داڑھی وغیرہ اسلام کے کیسے نمایاں احکام ہیں مگر کتنے لوگ ہیں کہ اس خدمت کے جذبے میں اسلام سے ان احکام کی نفی کرتے ہیں؟ جن حضرات نے باقاعدہ مستند اساتذہ سے علم حاصل نہیں کیا ہو اور از خود مطالعہ سے عالم دین اور مفسر قرآن ہونے کے دعویدار ہیں یہی لوگ مختلف مقامات پر جو درس قرآن دیتے ہیں، لاوڈ سپیکر اور ایف ایم ریڈیو پر قرآن کے رموز واسرار بیان کردیتے ہیں، یا تفسیر لکھنے میں جو طبع آزمائی کررہے ہیں اکثر صحیح راستے سے بھٹک جاتے ہیں اور ضلالت وگمراہی کے گڑے میں گر جاتے ہیں، یہی لوگ اس عمل کو خدمت قرآن اور خدمت دین سمجھتے ہیں حالانکہ یہی خدمت الٹا نقصان کا باعث بنتا ہے قرآن فہمی کے لئے عربی زبان کی اہمیت بنیادی چیز ہے اگر ہمیں علوم اسلامیہ پر کوئی کام کرنا ہے تو یہ بڑے نقص کی بات ہوگی کہ ہم عربی سے

نا آشنا ہوں،قرآن، حدیث اور اسلامیات پر لکھنے والے بہت سے مشرقی اور مغربی فضلاء سے عربی نہ جاننے کی وجہ سے نادانستہ ایسی غلطی ہوجاتی ہے جو بعض اوقات ان کے پورے علمی کارنامے پر پانی پھیر دیتی ہے۔ علامہ ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ ''مجھے ایک دوست نے بتایا کہ دہلی میں کوئی سیمینار ہورہا تھا اس میں ایک صاحب جنہوں نے انگریزی میں قرآن مجید کا تذکرہ کیا تھا تقریر کررہے تھے تو مشہور عرب ادیبہ اور مؤرخہ عائشہ بنت الشاطی (جو اس سیمینار میں شریک تھیں) نے ان سے عربی میں خطاب کیا تو انہوں نے بے تکلفی سے کہا کہ میں عربی نہیں سمجھتا ہوں تو عائشہ نے کہا کہ قرآن مجید کا ترجمہ پھر کیسے کرتے ہیں؟ اس کے بعد وطن جاکر انہوں نے مصر کے کثیر الاشاعت اخبار'' الاہرام'' میں اس پر کئی قسطوں میں مضمون لکھا کہ میں نے عجائباتِ عالم میں سے ایک عجیب چیز یہ دیکھی کہ ایک فاضل نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور وہ عربی سے ناواقف تھا۔

اس کتاب کی سیکھنے کیلئے صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے،تابعینؒ صحابہ کرامؓ کی طرف اور تبع تابعینؒ تابعین کی طرف فہم قرآن قرآن کیلئے رجوع کرتے تھے۔اس طرح یہ علم سینوں میں محفوظ ہوکر طبقہ بہ طبقہ منتقل ہوتا رہا حتی کہ علم التفسیر کے تدوین کا زمانہ شروع ہوا اور علماء تفسیر نے اس کے لئے اصول وقواعد مدون کئے۔ان ہی اصول کی بناء پر علماء تفسیر نے تفسیر کی چھ مختلف صورتیں بیان کی ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے،مثلاً قرآن میں ایک بات ایک مقام پر اجمالاً بیان کیا جاتا ہے پھر خود قرآن دوسرے مقام پر اس بات کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر احادیث مبارکہ سے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن کی عملی تفسیر ہے۔مجمل اور حل طلب مقامات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول کھول کر صحابہ کرامؓ کو بیان فرمایا اور اسی ہی تفسیر کو صحابہؓ نے نقل کیا ہے۔تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی آیت کی تشریح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو پھر اگر صحابہ کرامؓ سے کوئی روایت منقول ہو اس کو لیا جائے گا کیونکہ یہی حضرات نزول وحی کے وقت بہ نفس نفیس موجود تھے اور انہوں نے نزول قرآن کے پورے ماحول اور پس منظر کا بذات خود مشاہدہ کیا تھا اسلئے ان حضرات کے اقوال زیادہ قابل اعتماد اور مستند ہیں۔چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر کسی آیت کی تفسیر مندرجہ بالا تینوں صورتوں میں سے کسی صورت سے معلوم نہ ہو تب اس آیت کی تفسیر کیلئے تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کریں گے کیونکہ ان حضرات نے صحابہ کرامؓ سے علم سیکھی اسلئے ان کے اقوال کو علم تفسیر میں بڑی اہمیت ہے۔پانچویں

صورت یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر عربی لغت سے کی جائے، بہت سی آیات ایسی ہیں جن کے بارے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ،صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، کے اقوال منقول نہیں ہوئے ہیں، چنانچہ اس کی تفسیر صرف لغت کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

چھٹی صورت تدبر اوراستنباط ہے اللہ تعالی نے بعض شخصیات کو اسلامی علوم میں بصیرت عطافرمائی ہے کہ وہ جتنا جتنا قرآن میں غور فکر کرتے ہیں اتنے ہی نئے اسرار ونکات سامنے آتے ہیں، چنانچہ مفسرین کرام نے اپنے اپنے تدبر کے نتائج بھی اپنی تفسیروں میں بیان فرمائے ہیں لیکن یہ اسرار ونکات اس وقت قابل قبول ہوتے ہیں جبکہ وہ مذکورہ پانچوں ماخذوں سے متصادم نہ ہوں اگر کوئی شخص قرآن کی تفسیر میں کوئی ایسا نکتہ بیان کرے یا ایسا اجتہاد کرے جو قرآن وسنت اوراجماع صحابہؓ کے خلاف ہو یا دوسرے شرعی اصولوں سے ٹکراتا ہوں تو اس تدبر واجتہاد کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

مندرجہ بالا مختلف اسالیب پر تفسیر کرنے کیلئے علم کی ضرورت ہے جب تک علم نہ ہو تفسیر کرنے اور لکھنے میں طبع آزمائی نہیں کرنا چاہیے،ورنہ یہی عمل زیغ وضلالت کاباعث بنے گی، چنانچہ علماء تفسیر نے کسی مفسر کو تفسیر کرنے یا لکھنے سے پہلے پندرہ علوم سیکھنا ضروری قرار دیا ہے،وہ علوم حسب ذیل ہیں:

(۱) لغت عربی (۲) علم النحو (۳) علم الصرف (٤) علم الاشتقاق (٥) علوم المعانی (٦) علم البیان (۷) علم البدیع (۸) علم القرأت (۹) علم الکلام (۱۰) علم اصول الفقه (۱۱) علم اسباب النزول (۱۲) علم الناسخ والمنسوخ (۱۳) علم الفقه (١٤) علم الاحادیث والسنن والآثار (۱٥) علم الموهبه۔ بعض علماء نے ان علوم کے ساتھ علم سیرت بالخصوص سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ،علم التاریخ اورخصوصاً تاریخ الانبیاء علیہم السلام سابقین ادیان سماویہ اور علم اصول حدیث کا اضافہ کیا ہے۔(تلخیص از بیان الفرید فی علوم القرآن المجید)

متذکرہ بالا اصول وقواعد کو مدنظر رکھ کر وہی شخص تفسیر کرنے اور لکھنے کا اہل ہوسکتا ہے جس کو مندرجہ بالا علوم پر گہری نظر ہو جن لوگوں کو قرآنی علوم سے واقفیت نہ ہو اور اسکے باوجود وہ درس قرآن کے حلقے لگاتے ہیں مختلف قسم کے جلسوں میں قرآنی آیاتوں کی تشریح بیان کرتے ہیں ،لاؤڈ سپیکر اور ایف ایم پر درس دیتے ہیں یہ بہت بڑی جسارت ہے،جس سے نفع کی بجائے نقصان اور ہدایت کے بجائے ضلالت وگمراہی کے راستے کھلتے ہیں۔اس لئے قارئین کرام کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ وہ مستند اور بااعتماد علماء سے قرآن سیکھنے کی کوشش کریں اور ازخود ترجمہ دیکھ کر اپنی سوچ اور رائے سے مطلب سمجھنے کے بجائے ان علمائے کرام کی مستند تفاسیر سے استفادہ کریں۔جو اسلاف امت کے صحیح ذوق کے پاسدار ہیں۔

مولانا الطاف الرحمٰن عباسی
جامعہ قرطبہ کلفٹن بلاک کراچی

راشداً مهدياً

ماہنامہ ''الحق'' کی خاص اشاعت بیاد ''شہید اسلام وناموس رسالت حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ ونور اللہ مرقدہ'' موصول ہوئی، اکابر اور عظما پر خاص اشاعتوں کا سلسلہ ایک معروف اور متوارث طریقہ ہے مگر وہ خاص اشاعت ایک ہی جلد میں ہوتی ہے لیکن کسی شخصیت پر اتنا عظیم ذخیرہ اور مواد کہ چار جلدوں میں (بلکہ اس زیادہ اگر سلسلہ روکا نہ جاتا یا انتخاب نہ ہوتا) چلا جائے، ایسی خاص نمبر اور اشاعت اپنے علم میں پہلی مرتبہ دیکھا اور دیکھتے ہی پہلا تاثر جو قائم ہوا، اسی تاثر میں گم جب پڑھنا شروع کیا تو مدیر محترم کے قلم سے اپنے تاثر کو الفاظ ملتے نظر آئے، ایسا لگا جیسے میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ آپ کہہ چکے ہیں، مناسب سمجھا کہ اپنی بات کو مدیر محترم کے قلم سے نقل کردیا جائے:

''الحمدللہ تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ عرض کرتا چلوں کہ ماہنامہ ''الحق'' نے اپنے بانی مدیر اعلیٰ اور ادارے کے سربراہ کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے چار ضخیم جلدوں پر محیط نمبر شائع کرنے کی سعادت حاصل کی غالبا اس سے قبل برصغیر پاک وہند میں کسی ایک شخصیت پر چار ضخیم جلدوں میں میری ناقص معلومات کے مطابق کوئی ...... دراصل یہ حضرت والد صاحب کی ...... شخصیت کی برکت تھی اور ایک بیٹے کا اپنے عظیم والد سے محبت کا ایک چھوٹا سا نذرانہ عقیدت ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبولیت سے نوازے، یہ صرف حضرت والد صاحب کی تنہا سوانح نہیں بلکہ عالمِ اسلام، پاکستان اور افغانستان کی تقریبا ایک صدی کی دینی، علمی، سیاسی، جہادی اور ملی جدوجہد و ارتقا کی گویا مختصر سی تاریخ بھی ہے اور خصوصا جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی آٹھ دہائیوں کی طویل اور بھرپور علمی، ادبی اور سیاسی جہد مسلسل اور داستانِ عزیمت کے بھی کئی پہلوں کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے۔''

پندرہ ابواب پر مشتمل یہ خاص اشاعت واقعی ایک تاریخی دستاویز ہے جس میں ایک جانب حضرت شیخ شہیدؒ کی سوانح، بچپن سے شہادت تک کے تمام گوشوں کا احاطہ ہے تو دوسری جانب عالمِ اسلام، پاکستان اور افغانستان کی تاریخ اور خصوصا جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی آٹھ دہائیوں کی طویل اور بھرپور علمی، ادبی اور سیاسی جہد مسلسل اور داستانِ عزیمت ہے۔ ان موضوعات پر کام اور تحقیق کرنے

والوں کے لئے یہ دستاویز ماخذ اور ثبوت کا کام کرے گا۔

پہلے باب: نقوش حیات میں صغرسنی میں علم اور قلم کا تذکرہ، کے ذیل میں ایک خط نے ایک عجیب کیفیت طاری کردی، یہ میں اپنے والد ماجد کولکھا گیا ہے جواس وقت دارالعلوم دیوبند میں استاذ اور مدرس تھے، وہ خط نقل کیے بغیر رہا نہیں جارہا۔ چلئے! ماضی کے دریچوں سے جھانک کر حضرت شہید کونو سال کے ایک بچے کی شکل میں معصومانہ انداز میں خط لکھتے ہوئے دیکھتے ہیں:

''بخدمتِ جناب قبلہ وکعبہ جناب والد صاحب! السلام علیکم! سلام کے بعد عرض یہ ہے، گھر میں سب خیریت سے ہیں اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتا ہوں۔ صورتِ حال یہ ہے بندہ سالانہ امتحان میں پاس ہوگیا، بندہ نے قرآن مجید ختم کیا۔ بندہ کی دادی صاحبہ تم کو بہت دعا کرتی ہے اور مبارکباد دیتی ہے، تم سے ہمارا ماموں عبد الجلیل بھی اچھا تھا کہ بندہ نے اس کو ایک خط ارسال کیا تھا تو ان ماموں نے بندہ کو ایک ہولڈر ارسال کیا تھا اور والد نے ایک خط بھی ارسال نہ کیا اور محمود الحق مدرسہ کو ہر روز جاتا ہے اور سوتک پہاڑے یاد ہیں اور اتوار کے دن بندہ کی اماں جہانگیرہ سے آئی باقی دونوں لالہ اور ماموں صاحب اور سب اہلِ مجلس کو درجہ بدرجہ السلام علیکم ایک خط ارسال کرو۔ تم گئے ہو تو تم نے ان کو ایک خط بھی ارسال نہیں کیا۔ محمود الحق کی طرف سے سلام قبول ہو۔

والسلام: سمیع الحق، ۲۷؍مارچ ۱۹۴۴''

اب حضرت شہیدؒ کو بچپن سے ذرا بڑھ کر لڑکپن میں طلبہ کے درمیان ایک طالب علم کی شکل میں اعلان کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

انجمن تہذیب الاخلاق کا افتتاحی ہفتہ وار اعلان

برادرانِ ملت! آپ کو معلوم ہے کہ انجمن تہذیب الاخلاق عرصہ سے دینِ الٰہی اور مذہبی رہنمائی اور سچی خدمت کے لئے معرض وجود میں آئی ہے اور الحمد للہ کہ بحسن وخوبی اس نے ایک سال میں وہ نمایاں ترقی کی ہے جو محتاج بیان نہیں ہے اور ہر ذی علم پر ظاہر ہے بعض عوارضات کی وجہ سے انجمن کی کاروائی میں کچھ دن تاریخ ہوئی اب پھر ہماری آرزو ہے کہ سرے سے اپنے آپ میں علمی و عملی استعداد پیدا کرنے کیلئے مکمل اور باقاعدگی سے کاروائی شروع کی جائے تاکہ اس سے ہماری مذہبی، سیاسی اور علمی ترقی و استعداد پیدا ہو اور روز افزوں ترقی بھی ہو جس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر شب جمعہ کو ایک جلسہ منعقد ہوا کرے اور تمام اراکین کو اظہار خیالات کے لئے موقع ملے، دوسری طرف ہمارے درمیان الفت، محبت، اتفاق میں بھی استحکام و زیادتی کا سبب بنے لہٰذا انہی مقاصد کو مد

نظر رکھ کر آج شب کو افتتاحی جلسہ منعقد ہو رہا ہے، امید ہے کہ تمام اراکین نہایت شوق سے اس مجلس علمی میں شرکت فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کا موجب بنیں گے۔"

۱۹۵۹ء میں دارالعلوم حقانیہ دورحدیث مکمل کیا اور اسی سال شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ سے دورہ تفسیر بھی مکمل کیا، حضرت شہید کے قلم سے اس واقعے کو پڑھئے!

۲۰رفروری ۱۹۵۹ء کو بخاری شریف کا آخری درس ہوا، قرأت اس سیاہ کار کے حصے میں آئی، میرے والد ماجد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے ختم بخاری کرایا، الوداعی تقریر نہایت پردرد تھی، سینکڑوں افراد جمع تھے، جدائی کے غم کے جذبات شیخ اور تلامذہ سب پر نمایاں تھے۔"

اس کے بعد تدریس، تصنیف اور ملک وملت کے لئے میدان عمل میں سرگرم زندگی گزاری، پورے ساٹھ برس تک ملک وملت کا یہ عظیم مجاہد ہزاروں بلکہ لاکھوں تشنگان علم وسیراب کرتا ہوا، بڑے بڑے رجال کار کو تیار کرتا ہوا اور بہت سے میادین علم ومعرفت اور منابر حق وشجاعت کی نمائندگی کرتا ہوا یہ بوڑھا جرنیل قبائے شہادت سجا کر، خون میں نہا کر حضرت عثمانؓ کے ساتھ بہت مشابہتیں لے کر سب کو رلاتا، خود ہنستا ہنستا آخرت کے سفر پر روانہ ہوگیا۔

حضرت شہید مختلف النوع اور مختلف الجہات صلاحیتوں اور تعلقات کے حامل تھے، جس کی واضح دلیل یہ خاص اشاعت ہے جس میں مختلف النوع اور مختلف الجہات شخصیات کی تحریرات ہیں ماشاء اللہ! بہت خوب! یہ اشاعت کیا ہے؟ حضرت شہید کی شخصیت کے مختلف گوشے، مختلف شخصیات اور طبقات سے ان کے تعلقات کا دائرہ، ان کی فعال زندگی کی کارگزاری، ان کی علمی، ادبی، تصنیفی اور تحریری، عملی، معاشرتی اور اخلاقی زندگی کی داستان اور جس ذوق رکھنے اور شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے نے جو کچھ ان سے تعلق کے دوران ان کی زندگی میں دیکھا وہ پیش کر دیا ہے۔

حضرت شہیدؒ کے فرزند ارجمند مدیر محترم نے اپنی ٹیم کے ساتھ یہ عظیم ذخیرہ یکجا پیش کر کے مختلف حلقوں اور خاص طور پر حضرت کے متعلقین اور محبین پر احسان کیا ہے، اتنا بکھرا مواد اور اتنے مختلف المذاق والمزاج لوگوں کے تاثرات اور تجربات کو ایک جگہ جمع کر دینا واقعی وہ عظیم کارنامہ ہے جو ایک تربیت یافتہ بیٹے اور خلف الرشید کی طرف سے اپنے عظیم والد کی تربیت کا صلہ ہوسکتا ہے۔ تمام لکھنے والوں کا شکریہ بیٹا یقیناً اپنی محنت میں کامیاب ہے، والد کی تربیت کا ثمرہ اور نتیجہ ظاہر ہے، اس عظیم کاوش اور کامیاب کوشش میں جہاں حضرت شہید کی کرامت شامل ہے وہیں بیٹے کی اپنے والد سے سچی محبت اور "الحق" کی ادارت سے سنجیدہ وابستگی بھی شامل ہے۔ مدیر محترم کو، خاندان اور ٹیم کو بہت بہت مبارک ہو۔ میں اپنے صمیم قلب سے محبت اور شکر کے جذبات میں یہ کہتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں: راشداًمهدیا

سفرنامہ ترکی
مولانا ڈاکٹر قاسم محمود
صدر مجلس علمائے کراچی و جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم

دیارِ خلافت کا سفر شوق

(قسط ۵)

ملکاؤں کے جزیرے میں

ترکی میں ہمارے دوسرے دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ آج کے شیڈول میں باسفورس کی سیر اور اس کے وسط میں موجود ایک خوبصورت جزیرے کا دورہ کرنا تھا۔ ہمیں بتایا گیا اس جزیرے کو انگریزی میں "پرنس آئی لینڈ " کہتے ہیں، یعنی شہزادوں کا جزیرہ۔ کہنے کو تو اس کا نام شہزادوں کا جزیرہ ہے مگر اس کی تاریخ کا عنوان ملکائیں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ جزیرہ "باب عالی" (دربار خلافت کا یہی نام تھا) نے ایک خاص مقصد کیلئے آباد کیا تھا۔ آباد کہنا بھی شاید درست نہیں، یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ جزیرہ باب عالی نے ایک خاص مقصد کیلئے سجایا تھا۔ اسلامی خلفاء اور سلاطین میں جیسا کہ رواج تھا وہ ایک سے زیادہ شادیاں کرتے تھے۔ پروپیگنڈا کرنے والوں نے خلفاء کے اس تعدد ازدواج اور کثرت نکاح کو جنسی شوق سے ہی جوڑا ہے، تاہم حقیقت یہ ہے کہ تعدد ازدواج کا رواج دراصل بہت سے مقاصد اور مصالح کے پیش نظر پڑا تھا۔ یہ شادیاں دراصل سیاسی اور سفارتی مضمرات کے حامل ہوتی تھیں۔ یہ شادیاں باہم متحارب اقوام، قبائل اور ریاستوں میں صلح اور امن و آشتی کا ذریعہ بھی ثابت ہوتی تھیں اور اس کے علاوہ بھی بہت سے سماجی فوائد ہوا کرتے تھے تاہم یہ اس بحث کا موقع نہیں۔ القصہ! اس جزیرے کو سجانے اور آباد کرنے کے پس پشت بھی یہی تعدد ازدواج کارفرما تھا۔ رواج یہ تھا کہ چار شادیوں کے بعد مصلحتاً خلیفہ اور سلطان کو پانچویں نکاح کی ضرورت پیش آتی تو وہ چار بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر آزاد کر دیتا اور نیا نکاح کر لیتا، مطلقہ ملکہ کو اس جزیرے کے محلات میں جگہ الاٹ کر دی جاتی اور وہ باب عالی سے یہاں منتقل کر دی جاتی، یوں کئی صدیوں پر مشتمل خلافت عثمانیہ کے دوران اس جزیرے پر ایسی مطلقہ ملکائیں آباد ہوتی اور اس جزیرے کی رونق بڑھاتی رہیں۔

ملکائیں کسی سزا کے طور پر یا پھر حالات کا جبر سہنے کیلئے تنہا یہاں نہیں چھوڑی جاتی تھیں، یہ چونکہ عظیم اسلامی سلطنت کے دربار سے تعلق رکھتی تھیں، خلفاء، سلاطین اور شہزادوں کی بیویاں رہ چکی تھیں، اس

لیے انہیں یہاں پورے عزت و احترام کے ساتھ اور ان کی ہر ضرورت اور سہولت کا خیال رکھتے ہوئے یہاں رکھا جاتا تھا۔ وہ دربار کی طرح ہی یہاں حشم و خدم کے جلوے میں رہتی تھیں اور دربار ہی کی طرح ان کی ضروریات محض خواہش پر ہی پوری ہوجاتی تھیں۔ ریاست نے اس جزیرے کو اس خاص مقصد کیلئے ہر طرح سے آراستہ کرنے کے ساتھ محفوظ بھی بنا رکھا تھا کہ مبادا کوئی دشمن ریاست یہاں تک نفوذ کرکے دربار کے رازوں اور خفیہ باتوں تک رسائی حاصل کرے اور اسلامی سلطنت کو کسی بھی قسم کا نقصان اور گزند پہنچائے، چنانچہ یہاں ملکاؤں کی تمام ضروریات کے ساتھ ساتھ ان کی سیکورٹی کا بھی مناسب انتظام تھا۔ جس کے آثار آج بھی نظر آتے ہیں اور اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود یہ جزیرہ آج بھی اسی طرح مہک رہا ہے، جیسے یہاں اب بھی قصر عالی کی ملکائیں اور حرم آباد ہوں۔ اگر یہ جزیرہ آج بھی انتہائی خوبصورت اور پرکشش ہے تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب یہاں ملکائیں رہا کرتی تھیں، اس وقت کی رعنائی، خوبصورتی اور حسن کا کیا عالم رہا ہوگا۔

سفر بھی شگفتہ بزم بھی

ہم لابی میں اکٹھے ہوئے تو رہبروں نے ہمیں ہماری بسوں کی طرف رہنمائی کی اور ہم ترتیب کے ساتھ اپنی اپنی بسوں میں اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ کچھ ہی دیر میں بسیں ملکاؤں کے خوبصورت جزیرے اور باسفورس کی سیر کیلئے روانہ ہوگئیں۔ ہماری بس میں دیگر حضرات کے ساتھ ساتھ پیر طریقت، رہبر شریعت، مصلح امت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن مسعودی دامت برکاتہم (آزاد کشمیر) فاضل جلیل، ادیب شہیر حضرت مولانا شفیق احمد بستوی، حضرت مولانا شفیق الرحمٰن کشمیری بھی موجود تھے۔ سفر کے آغاز پر حضرت مولانا مفتی محمود الحسن مسعودی صاحب نے سفر کی مسنون ادعیہ اور اوراد بہ آواز بلند پڑھیں اور ان کے ساتھ ہم سب نے ایک لے میں ادعیہ اور اوراد دہرائے۔ سفر ذرا طویل تھا، ایسے مواقع پر سفر خواہ جتنا بھی آرام دہ اور پرسکون ہو، اکتاہٹ ہو ہی جاتی ہے، انسانی طبیعت ایک جیسی حالت میں یوں بور ہوجاتی ہے کہ من و سلوی بھی تواتر اور تسلسل سے ملتے رہیں تو وہ اکتا کر ذائقہ اور موڈ بدلنے کیلئے پیاز اور دالوں کا مطالبہ کرنے لگتا ہے۔ ہمیں بھی اس سفر میں بوریت لاحق ہوجاتی مگر اہل علم ہمراہ ہوں، علمی لطائف، علمی چٹکلے اور رنگا رنگ باتیں چلتی رہیں تو کہاں کی بوریت اور کیسی اکتاہٹ، چنانچہ تمام سفر میں حضرت مولانا شفیق احمد بستوی، مفتی صاحب اور دیگر حضرات کی دلنشیں، نمکین اور پرمزاح باتوں، اقوال، واقعات اور حکایات نے ایسا سماں باندھ دیا جیسے ہم سفر میں نہیں بلکہ کسی بزم میں شریک ہوں، وقت اور سفر ایسے کٹا کہ پتہ ہی نہ چلا۔ نہ بوریت کا

احساس ہوا اور نہ ہی تکان ہمارے قریب پھٹکی۔ یوں ہی ہنستے مسکراتے علمی لطائف اور شگفتہ باتوں سے محظوظ ہوتے ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔

خوبصورت سمندر، ذمے دار لوگ

یہاں سمندر کے وسط میں تین جزائر واقع ہیں، ہماری منزل ان میں پرنس آئی لینڈ یعنی ملکاوں کا جزیرہ تھا۔ ہم نے پہلے ساحل پر کچھ دیر سیر کی اور ساحل سے باسفورس کے خوبصورت، نیلگوں اور صاف و شفاف پانیوں کا نظارہ کیا اور لطف اندوز ہوئے۔ سبحان اللہ! کیا ہی خوبصورت نظارے تھے۔ ساحل ہمارے یہاں بھی ہیں مگر ان کا ذکر نہ ہی ہو تو اچھا ہے، شرفا ہمارے یہاں کے ساحلوں کا رخ ہی نہیں کرتے، فیملی کے ساتھ تو جانے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ایک تو بے ہنگم ہجوم اور بھونڈی قسم کا رش اور پھر گندگی اور غلاظت ایسی کہ اللہ کی پناہ، جس کا جدھر منہ اٹھا، چل دیا، جس کے ہاتھ میں ریپر، شاپر، پھل، کھانے پینے کی جو جو چیز ہو، وہ اسے فارغ کر کے وہیں اپنی نشانیاں چھوڑتا گزر جاتا ہے، چنانچہ ساحل پر ہر طرف کچرا بکھرا ہوا ہوتا ہے، سمندر میں داخل ہو جائیں تو پانی میں بھی گھٹنوں کچرا اور گندگی موجود ہوتی ہے، جس سے تفریح کے بجائے طبیعت مکدر ہو جاتی ہے اور پھر ہمارے لوگوں کا بے ڈھنگا اور لچر پن، بس مت پوچھئے! دیدے پھاڑ پھاڑ کر لوگوں کو گھورتے جانا، ایسے میں کون شریف ذات فیملی کے ہمراہ ساحل کا رخ کرے، اس کے برعکس یہاں کا ماحول ہی الگ تھا، یہ ایک بین الاقوامی ٹورسٹ اسپاٹ ہے، یہاں دنیا بھر سے لوگوں کی بڑی تعداد تفریح کیلئے پہنچتی ہے، اندرون ترکی سے بھی لوگ یہاں کا رخ کرتے ہیں، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کس قدر مصروف ساحل ہوگا مگر مجال ہے کہ کہیں ہمارے یہاں کی طرح بے ہنگم ہجوم اور بے ڈھنگا رش ہو، اتنے سارے لوگ اکٹھے ہوں تو ساحل پر بھی حبس دم ہونے لگتا ہے، جیسے ہمارے ہاں ہوتا ہے مگر یہاں ایسا کچھ بھی نہیں تھا، زیادہ لوگ جمع ہوں تو ریپر، بوتلیں، ڈسپوزایبل برتن، پھلوں کے چھلکے وغیرہ کا بھی کچرا اکٹھا ہو جاتا ہے، یہاں مگر مجال ہے کہ آپ کو معمولی کچرا بھی نظر آئے۔ صاف ستھرا ساحل، دور سے نظارہ کرنے کیلئے نشست گاہیں، مہذب اور سلیقہ و نفاست والے لوگ۔ جگہ جگہ ڈسٹ بن اور کچرا دان رکھے ہوئے ہیں، جہاں لوگ اپنی ذمہ داری سے بغیر کسی گائیڈ یا گارڈ کے کہنے کے خود ہی اپنی استعمال شدہ چیزیں اور کچرا ڈال دیتے ہیں، لوگوں کی تربیت ہی ایسی ہوئی ہے، چنانچہ انہیں ہر جگہ پولیس کھڑی کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ ہم نے تمام سفر کے دوران یہ بھی ایک حیرت انگیز بات نوٹ کی کہ کہیں بھی ہمیں پولیس کھڑی نظر نہیں آئی۔ اکا دکا ہی کہیں نظر آئے تو آئے، ورنہ لوگ بغیر پولیس کے ڈنڈے کے قانون کو فالو کرتے ہیں اور قانون پر عمل درآمد کو اپنی اور سوسائٹی کی بہتری کا باعث

سمجھتے ہیں۔ساحل پر بھی ہم نے جہاں خوبصورت سمندر کا نظارہ کیا، وہاں لوگوں کی نفاست، سلیقہ مندی اور فرض شناسی وذمےداری کا بھی قریب سے مشاہدہ کیا اور دل میں ہوک سی اٹھی کہ کاش! ہم بھی ان کی طرح قانون پسند ہو جائیں۔ ہم اپنا ملک ٹھیک کرنے کی بڑی خواہش رکھتے ہیں مگر یہ حقیقت نظر انداز کرتے ہیں کہ ملک ہم سے ہی ہے، ہم ٹھیک ہوں گے تو ملک خود ٹھیک ہوگا۔ ترکوں نے اسی پر عمل کیا، آج ان کا ملک ایک دنیا کیلئے قابل صد رشک ہے۔

جزیرے پر نماز ظہر

ہوٹل سے ہم صبح ناشتے کے بعد نکلے تھے۔ ہوٹل سے باسفورس کے ساحل، پھر ساحل پر کچھ دیر تفریح اور اس کے بعد وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے جزیرے پر اترتے اترتے دن خاصا بیت گیا تھا اور اب ظہر کی نماز کا وقت آن لگا تھا۔ رہبر نے ہمیں آگے کے پلان سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ سب سے پہلے ہم یہاں قریبی مسجد میں نماز ظہر پڑھیں گے۔ اس کے بعد دوپہر کا کھانا کھائیں گے اور پھر اس کے بعد ساتھی اپنے اپنے خرچے پر جزیرے کی سیر کو نکلیں گے۔ سیر کیلئے پہلے انفرادی اور پھر اجتماعی ترتیب رکھی گئی تھی۔

رہبر سے شیڈول سن کر ہم نماز کی طرف متوجہ ہوئے۔ کچھ دیر آگے چلے تو درمیانی سائز کی ایک خوبصورت مسجد ہمارے سامنے تھی۔ ہم نے یہاں پہنچ کر سکون اور اطمینان سے وضو اور نماز ادا کی۔ مسجد میں ہماری طرح دنیا کے مختلف حصوں سے آنے والے سیاح بھی نظر آرہے تھے اور مقامی ترک باشندے بھی۔

مسلمان: ایک یونیورسل شہری

اسلام کی یہ سب سے بڑی خوبصورتی ہے کہ وہ رنگ نسل و لسان اور جغرافیہ کے تمام اختلافات مٹا کر اپنے ماننے والوں کو ایک ہی کلمے کی شناخت عطا کر دیتا ہے، چنانچہ مسلمان چاہے دنیا کے جس خطے کا بھی ہو اور جس رنگ نسل وقوم سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو، وہ دوسرے مسلمان کیلئے اجنبی نہیں ہوتا۔ تمام تر اختلافات کے باوجود یہ حسن اب بھی قائم ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی کلمے کی صدا بلند کرتے، ایک ہی طرح اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے اور اعمال واحکام بجالاتے ہیں۔ اس حوالے سے ہمیں یہاں کہیں بھی کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی۔ ویسے بھی بقول اقبال

ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

کہ مسلمان کیلئے ساری روئے زمین اس کا اپنا ملک ہے اس لئے کہ اس زمین و کائنات کا مالک کل مسلمان کا خدا ہی ہے۔ گویا مسلمان وہ واحد قوم ہے جس کا ہر فرد اس دنیا کا یونیورسل سیٹیزن یعنی آفاقی شہری ہے۔ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ملٹی پل ویزا اور ملٹی نیشنلٹی رکھتے ہیں، ایک سے زائد ملکوں کی شہریت رکھتے ہیں، کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں جنھیں بہت سے ملک اعزازی شہریت سے نوازتے ہیں۔ یورپی یونین کے شہری بھی یورپی یونین کی بنیاد پر اس اتحاد میں شامل چھبیس ملکوں کا پاسپورٹ یافتہ ہوتے ہیں مگر مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اصولاً اور غیر رسمی طور پر پوری دنیا کے ہر ملک کا شہری ہے۔ اس کا تقاضا البتہ یہ ہے کہ ہم مسلمان جہاں بھی جائیں، اپنا ملک سمجھ کر اسے گندا نہ کریں، وہاں کوئی منفی داستان نہ چھوڑ آئیں، بلکہ اپنے گھر کی طرح جس ملک میں بھی جائیں، اس کے قوانین و رواج سے آگہی حاصل کریں اور ان کی مکمل پیروی کریں۔ یہی مسلمان کی شان اور ہر ملک کا ڈیوائن سیٹیزن ہونے کا تقاضا ہے۔ بہرکیف! باوجود اس بات کے کہ مسلمان کہیں بھی اجنبی نہیں ہوتا، فطری طور پر دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ کسی نئی جگہ جائے تو وہاں کے لوگوں کی عادات و اطوار دیکھے، ان کے رہن سہن اور برتا کا جائزہ لے۔ یہاں سفر کے دوران ہمارے اندر بھی یہ جذبہ تجسس پر مہمیز کرتا رہا اور ہم اس زاویہ نگاہ سے لوگوں کا مشاہدہ کرتے اور دل ہی دل میں اللہ تعالی کی قدرت کی کرشمہ سازیوں پر اس کی کبریائی و جلالت کے آگے سجدہ ریز ہوتے رہے کہ اللہ تعالی نے اختلاف الوان والسنہ کو بجا طور پر اپنی قدرت کی نشانیوں میں بتلایا ہے۔

ترکوں کی سماجی خوبیاں

اسی جستجو کی تحریک پر ہم نے نماز کے بعد مسجد کا بغور جائزہ لیا۔ اس کے تعمیراتی حسن اور طرز پر غور کیا اور یہ بھی دیکھتے رہے کہ مقامی لوگوں کی مسجد میں کیا عادات اور طرز عمل ہے۔ ہم نے دیکھا کہ ترک مسجد کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ ہر طرح سے مسجد کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کی مسجدیں صاف ستھری اور صفائی و نظافت کی اسلامی تہذیب کا خوبصورت آئینہ دار ہوتی ہیں۔ ترکی میں دین پر ہمارے یہاں کی طرح زیادہ عمل درآمد نہیں ہے۔ مساجد میں کم ہی آتے ہیں۔ اس کی ظاہر ہے کہ بڑی وجہ یہ ہے کہ طویل عرصے تک ریاستی جبر کے ذریعے ترکوں کو دین و مسجد سے دور رکھا گیا مگر اب ترک مشائخ کی محنت رنگ لا رہی ہے۔ دینی تہذیب کا احیا ہو رہا ہے۔ نوجوان دین سے جڑ رہے ہیں، بہرحال! ترکوں کی زندگی میں جو ایک نظم ہے ہم نے یہاں مسجدوں میں بھی اس کا عملی مظاہرہ دیکھا، یہی کچھ میں نے جزیرے کی اس مسجد میں

بھی دیکھا اور خوش ہوتا رہا۔ خوش کیوں نہ ہوا جائے کہ ایک اچھا انسان اچھا مسلمان ہی ہوسکتا ہے مگر مجموعی طور پر ہم نے ذاتی و اجتماعی بہت سی خوبیوں کو اپنی زندگیوں سے نکال باہر کیا ہے، ایسے میں ترکی میں آپ کو یہ خوبیاں نظر آئیں تو خوشی ہی ہوگی کہ چلیں کہیں تو مسلمان سلیقہ پسند اور منظم قوم کی صورت موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ترکوں کو مزید ترقی استحکام، تنظیم، اتحاد اور خوشحالی نصیب فرمائے اور ان کی قومی زندگی میں پائی جانے والی کچھ کمی کوتاہیوں اور برائیوں کو ان سے دور کرکے انہیں عالم اسلام کا مقتدا بنائے کہ یہی لوگ فی الحقیقت اس کی کلی اہلیت رکھتے ہیں۔

ظہرانہ

نماز اور مسجد کے جائزے کے بعد ہم قریبی ہوٹل گئے جہاں سب ساتھیوں نے مقامی روایتی ذائقوں سے بھرپور معیاری کھانا تناول کیا۔ ساحل پر کافی دیر تک تمام ساتھی الگ الگ اور چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں خوب سیر کرتے رہے۔ سمندر کی تازہ ہواں سے مشام جان معطر ہوئے اور سارے بدن پر چستی ،تازگی اور فرحت دوڑ گئی۔ ساتھیوں نے خوب انجوائے کیا۔ خوب تفریح کی، باسفورس کے صاف شفاف اور نیلگوں پانیوں سے اٹھکیلیاں کیں۔ سمندری جہازوں کو آتے جاتے دیکھتے رہے اور لہراتی اٹھتی موجوں کا جی بھر کر نظارہ کیا۔ منتظمین اس دوران اگلی منزل کے انتظامات میں مصروف رہے اور کچھ دیر بعد ہمیں آگاہ کیا گیا کہ جہاز تیار ہے۔ اب ہمیں کھلے سمندر میں سفر کرتے ہوئے منزل مقصود یعنی پرنس آئر لینڈ المعروف ملکاؤں کے جزیرے پر پہنچنا تھا۔ منتظمین کو اللہ جزائے خیر دے، یہاں بھی انہوں نے حسب شان بہت اعلیٰ انتظام کر رکھا تھا۔ تمام ساتھی جہاز پر سوار ہوگئے۔

سمندر میں بزم یاراں

یہ دو منزلہ جہاز تھا، کچھ ساتھیوں کو جہاز کے گرائنڈ فلور پر اور کچھ ساتھیوں کو بالائی منزل پر نشستیں ملیں۔ تمام ساتھی اپنی نشستوں پر براجمان ہوئے تو جہاز نے خراماں خراماں چلنا شروع کردیا اور کھلے سمندر میں پہنچتے ہی رفتار پکڑ لی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہوائی جہاز ہے جو سمندر کی موجوں پر بہتا چلا جارہا ہے، بہت ہی سبک رفتار اور آرام دہ، نہیں لگ رہا تھا کہ ہم سفر میں ہیں، ایسا محسوس ہو رہا تھا ہم خشکی پر کسی کھلی جگہ بیٹھے مجلس آرا ہیں۔ (جاری ہے)

ادارہ

افکار وتاثرات

جنرل مرزا اسلم بیگ، مولانا اسعد تھانوی، ڈاکٹر قبلہ ایاز، محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ، مولانا نعمان نعیم، مولانا قاسم محمود، مولانا اصلاح الدین حقانی مولانا شفیق احمد ملکانوی، ڈاکٹر محمد امین، قاری محمد شاہ

- **جنرل مرزا اسلم بیگ** (سابق سربراہ افواج پاکستان)

مولانا راشد الحق سمیع صاحب! مدیر اعلیٰ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ! مولانا سمیع الحق صاحب کی کتابوں کا شکریہ ۔مولانا اوران کے بزرگوں کی خدمات کی ساری دنیا معترف ہے اخبار ''نیویارک ٹائمز'' کی رپورٹ (دارالعلوم حقانیہ تحریک طالبان کی کامیابی اور مدیر ''الحق'' مولانا راشد الحق کے انٹرویو پر مشتمل ہے) منسلک ہے، جوان کی خدمات کا اعتراف ہے کہ ایمان ایسی قوت ہے کہ جس کے سامنے افغانستان میں دنیا کی ہر بڑی طاقت سرنگوں ہوچکی ہے۔ ماشاء اللہ یہ کتابیں ہماری لائبریری کی زینت ہیں ۔اللہ آپ کی خدمات کا دائرہ اور بھی وسیع کرے۔ امین

- **مولانا محمد اسعد تھانوی** (مدیر منتظم ماہنامہ ''الاشرف'' سکھر)

محترم جناب مولانا راشد الحق سمیع صاحب! مدیر اعلیٰ ''ماہنامہ الحق''

السلام علیکم ! امید ہے آپ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے ۔

آج ڈاک کے ذریعے آپ کا روانہ کردہ ''الحق'' شہید مولانا سمیع الحق نمبر (چار جلدیں) موصول ہوئیں جن کے لئے میں تہہ دل سے آپ کا اور مولانا حامد الحق سلمہ کا شکرگزار ہوں ۔اللہ تعالیٰ آپ سے اور آپ کے خاندان سے جو علوم نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشرواشاعت کا کام لے رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا اجر عطا فرمائیں، اس میں دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور ان خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے آمین۔

- **ڈاکٹر قبلہ ایاز** (چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل)

جناب مولانا راشد الحق سمیع صاحب! مدیر ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

السلام علیکم! آپ کے ادارے کی طرف سے خصوصی نمبر موصول ہوا، اسلامی نظریاتی کونسل اس پر خلوص علمی تحفے پر آپ کی اور آپ کے ادارے کی بے حد شکرگزار ہے، کتابیں کونسل کے کتب خانے میں افادہ عام کے لئے رکھوادی گئی ہیں۔ والسلام مع الاکرام

- **محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ بنت حکیم محمد سعید شہیدؒ** (چیئرپرسن ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی)

جناب محترم راشد الحق سمیع صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ!

میں آپ کی نہایت شکرگزار ہوں کہ آپ نے شہید مولانا سمیع الحق صاحبؒ پر، ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت مجھے ارسال فرمائی۔

چار ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ خصوصی اشاعت جس خلوص، محبت، انہماک اور اہتمام سے شائع کی گئی ہے اسے دیکھ کر کوئی بھی کلمہ تحسین و آفرین کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں اندازہ کرسکتی ہوں کہ مختصر سے عرصے میں، اتنی جامع اور پر اثر خصوصی اشاعت کو منظر عام پر لانے میں، آپ اور آپ کے رفقاء کرام کو کتنی جاں فشانی کا مظاہرہ کرنا پڑا ہوگا۔

مولانا سمیع الحق کی بلند مرتبہ شخصیت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ہر شعبہء حیات اور ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے اس بات کے گواہ ہیں۔ اپنی بیاسی برس کی عمر میں مولانا نے علم اور سیاست کے میدانوں میں نا قابل فراموش داستانیں رقم فرمائیں۔ ساٹھ برس تک تدریس کا نتیجہ ان کے تیار کردہ قابل تلامذہ کی ایک بڑی فوج ہے جو علم کی روشنی کو دوسروں تک منتقل کرنے، ایوانِ اقتدار میں مسند نشین ہوئے عدالتوں میں انصاف فراہم کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ مولانا کے تلانہ ہو، ان کا تصنیف کردہ علمی سرمایہ اور حق کی سربلندی کے لیے ان کی بیباکانہ جدوجہدان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔

مولانا کی ذات سے ہر ایک کو فیض پہنچا، شقی القلب لوگوں نے ان کا چراغ حیات گل کردیا، لیکن یہ نادان نہیں جانتے کہ شہید کبھی مرا نہیں کرتے۔ مجھے فخر ہے کہ میں بھی ایک شہید کی بیٹی ہوں جس نے اپنی تمام عمر نوع انسانی کی بھلائی کی خاطر جدو جہد کی۔ باری تعالیٰ اپنی ذات کو تج دینے والی ان شخصیات سے راضی رہے اور ان سے ملنے والا علمی ورثہ پھلتا پھولتا ہے۔

ماہنامہ ''الحق'' کے خصوصی شمارے مدینۃ الحکمہ کی لائبریری بیت الحکمہ بھجوا رہی ہوں تا کہ قارئین اس سے مستفیض ہوسکیں۔ مخلص: سعدیہ راشد (۶ر دسمبر ۲۰۲۱)

- مولانا نعمان نعیم صاحب (مہتمم جامعہ بنوریہ عالیہ کراچی)

محترم جناب شیخ مولانا انوار الحق حقانی صاحب! (مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے اور جامعہ کی خدمت میں مصروف ہوں گے، ابھی کچھ روز قبل برادرم مولانا خزیمہ سمیع الحق صاحب یہاں جامعہ بنوریہ عالیہ تشریف لائے تھے اس طرح ماہنامہ ''الحق'' کی اشاعت خاص بیاد شہید اسلام وناموس رسالت شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق موصول ہوئی، جس پر میں آپ حضرات کا تہہ دل سے مشکور ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس تعلق کو قائم رکھے۔ (آمین)

مجھے حکم ہوا کہ میں اشاعت خاص پر کچھ لکھوں، حقیقت تو یہ ہے کہ میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ حضرت شیخ کی سوانح پر کچھ لکھوں لیکن الامر فوق الادب کے تحت کچھ لکھنا سعادت سمجھتا ہوں ماہنامہ ''الحق'' کی چار جلدوں پر مشتمل اشاعت خاص (جو کہ ہر جلد کے لگ بھگ پانچ سو صفحات میں موصول ہوئی) بلاشبہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شخصیت اسی طرح کے خراج عقیدت کی مستحق تھی، مولانا شہیدؒ نے اپنی حیات مستعار کے بیاسی سالوں میں سے نصف صدی سے زائد عرصہ خدمت دین متین میں صرف کیا، وہ اپنے والد گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نقش ثانی اور بجا طور پر ان کی فکر کے امین تھے اور تمام دینی، علمی، نظریاتی اور سیاسی میدانوں میں ان کے سچے جانشین تھے، مولانا شہیدؒ کی شخصیت کے درجنوں عنوان تھے، آپ ایک جید عالم دین اور کہنہ مشق مدرس تھے، مولانا شہیدؒ قلم کے بھی دھنی تھے، وہ ایک مصنف وادیب، ایک مدیر وتجزیہ کار، ایک دانشور وصحافی، ایک محقق ومکالمہ نگار تھے، اسی طرح وہ ایک منجھے ہوئے سیاستدان اور سلجھے ہوئے رہنما تھے، ساری زندگی اصولوں کو ہر مفاد پر مقدم رکھا۔ مولانا شہیدؒ کے حوالے سے کہنے کو تو اور بھی بہت کچھ ہے لیکن کتاب پر تبصرہ، جو اس تحریر کا بنیادی مقصد ہے، ذیل تحریر کی مزید طوالت سے مانع ہے، اس لیے ہم براہ راست کتاب کی طرف آتے ہیں۔

کتاب کے معیار کا اندازہ اس کے مرتبین کے ناموں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، جس کتاب پر مولانا عبدالقیوم حقانی جیسے کہنہ مشق ادیب کام کریں گے وہ معیاری نہیں ہوگی، ممکن نہیں، شہید کے خلف

الرشید مولانا راشد الحق سمیع نے اپنی مستعد ٹیم کو دن رات مضامین جمع کرنے کے کام میں لگایا پھر آمدہ و جمع شدہ مواد کی عرق ریزی کے ساتھ چھان بین کی، حشو و زوائد نکالے، مفید اضافے کیے، انتصار در انتصار سے کام لیا، ضخامت کی مجبوری کے تحت سینکڑوں مضامین کو اشاعت خاص کے بجائے ''الحق'' کی آمد و اشاعتوں کے لیے الگ کیا۔ ایک طرف یہ محنتیں، دوسری جانب ادعیہ نیم شبی ...... بایں ہمہ تین سال کے بعد یہ اشاعت خاص تیار ہوسکی اس سے درست اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں کتنی محنت کی گئی ہوگی، کیوں نہ کی جاتی کہ مولانا شہیدؒ کی شخصیت ہی ایسی تھی۔

کتاب کو ابواب کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے، جس میں حضرت شیخؒ کی زندگی کے ہر پہلو کو جمع کیا گیا ہے، کتاب ظاہری و معنوی خوبیوں سے آراستہ ہے، اس خوبصورت پیشکش پر ادارہ مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان کے ذمہ داران بجا طور پر ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور جملہ افراد کو بہتر میں اجر سے نوازے۔ (آمین)

● مولانا ڈاکٹر قاسم محمود صاحب (رئیس جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم بنارس کراچی)

الحمد للہ انتظار تھا جس کا وہ شاہکار اب ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ گزشتہ سال دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے موقر و وقیع ماہنامہ ''الحق'' کے فاضل مدیر شہیر برادرم مولانا راشد الحق سمیع نے اطلاع دی کہ ہم ''الحق'' کا خاص نمبر بیاد شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نکال رہے ہیں۔ برادرم راشد اپنے عظیم والد حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور اپنے عظیم دادا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق علیہ الرحمہ کی علمی، تہذیبی، مذہبی اور تحریری روایات اور فکر و فن کے قابل و لائق امین ہیں۔ دنیا کے شور و شر اور ہنگاموں جھمیلوں سے بالکل الگ تھلگ پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے آباء کی علمی روایات اور تراث کی آبیاری میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ ہر لحاظ سے ایک قابل و ہونہار سپوت ہیں، جو اپنے بزرگوں اور پرکھوں کی میراث کو نہ صرف یہ کہ سنبھالنے کے اہل ہیں بلکہ بہت ہی کامیابی سے سنبھال کر بھی چل رہے ہیں۔ اپنے آباء کے کردار سے جڑا ہر مقام اور ہر کام انہیں دل سے عزیز ہے چنانچہ ان کے نقوش پا کو کلاہ عظمت سمجھ کر سر کا تاج بنائے ہوئے ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ جو اس دیار میں حق یہ کہ دارالعلوم دیوبند ثانی اور ام المدارس ہے۔ ہزارہا قابل اور اہل فضلا اس دارالعلوم نے پیدا کیے جنھوں نے میدان عمل میں آکر چراغ سے چراغ روشن کیے اور دور دور تک حقانی فیض عام کیا۔

مولانا راشد الحق سمیع کو اپنے بزرگوں کی اس پر شکوہ و پر عظمت نقش کردار کی اہمیت کا پوری

طرح احساس ہے اور اس کے تقاضوں کا مکمل ادراک اور ذمے داریوں کا پاس لحاظ۔ چنانچہ ان کے شب و روز کی ساری کی ساری فکروں کا مرکز ومحور دار العلوم حقانیہ کی علمی، ظاہری، صوری، معنوی، روحانی تعمیر وترقی ہے۔ جس کیلئے وہ ایک مخلص وسخت کوش مالی کی طرح وہ نہ صرف فکر مند رہتے ہیں بلکہ عملا اس حوالے سے اپنے وجود کو محنت و ریاضت کے ہل میں پہلے جوتے رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کے عظیم آباء نے دین حق کی یہ شمع فروزاں اپنے لہو کے چراغ سے روشن کی تھی۔ اب اس کی روشنیوں کا علم انہیں سربلند رکھنا ہے اور یہی ایک بہت ہی بڑی دینی اور دنیوی ذمہ داری ہے۔ ایک اچھے اور سچے جانشین کی طرح انہیں احساس ہے کہ انہوں نے ذرا بھی کم ہمتی، تساہل اور کمزوری برتی تو دین حق کی خدمت اور ترویج و اشاعت کا یہ قلعہ کمزور پڑ جائے گا اور خدانخواستہ کسی لمحے ایسا ہوگیا تو تاریخ انہیں معاف کرے گی اور نہ ہی ان کے بزرگ انہیں بخشیں گے اور رب کے ہاں جوابدہی الگ ہوگی، یہی وجہ ہے کہ وہ پورے اخلاص اور مکمل دیانتداری کے ساتھ گلشن حقانیہ کی آبیاری میں خاک آلود رہتے ہیں۔ ان شاء اللہ آج خاک میں ملا ہوا یہ دانہ کل گل گلزار ہو کر اس چمن کی ترقی کا سندیسہ لائے گا۔

برادرم راشد الحق نے جب خاص نمبر کی اطلاع بہم پہنچائی تو بخدا دل میں بہت ہی خاص قسم کی طمانیت اور مسرت کی جلترنگ بج اٹھی۔ دل نے گواہی دی کہ یہی ہوتا ہے سچا کھرا اور امین جانشین اور ساتھ ہی یہ یقین بھی ہوگیا کہ یہ جوان جو اپنے قبیلے کی آنکھ کا تارا ہے، یہ معرکہ بہت ہی اچھے انداز میں سر بھی کر کے رہے گا مگر یہ کیا! آج ان کی مہینوں کی ریاضت اور پرخلوص محنت کا ثمرہ خاص نمبر کی صورت میں میرے سامنے ہے تو میں یہ دیکھ کر دنگ اور حیرت زدہ ہوں کہ میں نے اچھے انداز میں یہ پہاڑ سر کرنے کی توقع تو کی تھی مگر یہ بات میرے حیطہ ادراک میں بھی نہ تھی کہ وہ نہ صرف یہ معرکہ سر کرلیں گے بلکہ ادبی تاریخ کا عظیم اور لا ثانی کارنامہ بھی انجام دے ڈالیں گے۔ جی ہاں! کسی بھی شخصیت پر اردو ادب کی تاریخ میں آج تک چار ضخیم جلدوں پر مشتمل خاص نمبر کسی نے نہیں مرتب کیا اور اگر ایسا پہلے کبھی ہوا ہے تو کم از کم میرے ناقص علم میں نہیں ہے۔ مجھے خاص نمبر کی اطلاع دینے کے ساتھ برادرم راشد الحق نے نمبر کیلئے خاص مضمون لکھنے کا بھی حکم دیا۔ میں کیا اور میری بضاعت کیا؟ پہلے ہچکچایا، تردد اور گریز کی وادیوں سے گزرا مگر پھر اچانک اس بڑھیا کا خیال ذہن میں آن کوندا جو تھی تو میری طرح ہی بے بضاعت ہی مگر یہ سوچ کر کہ بے بضاعت سہی، قوت خرید نہ سہی، یہ بھی نہ سہی کہ وہ خرید نہیں سکتی مگر نام تو اس کا بھی خریداران یوسف کی طویل فہرست میں کسی نہ کسی کونے میں

شامل ہو ہی جائے گا۔بس یہ خیال آتا تھا کہ اطمینان کی ایک لہر نے دل کو اپنی بانہوں میں بھرلیا۔آج الحمدللہ یہ دیکھ کر دل مسرت سے بھر جاتا ہے کہ اس خاص بلکہ تاریخی اور خاص الخاص نمبر میں میرا شمار بھی ''خریداران یوسف'' میں ہوگیا ہے۔

بلاشبہ اتنا بڑا ادبی کارنامہ اور وہ بھی دن رات دار العلوم حقانیہ سے وابستہ بے پناہ دیگر خدمات اور مصروفیتوں کے انجام دینا اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کے بغیر ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد بھی ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔اس کیلئے اخلاص عمل،توجہ وارتکاز اور یکسوئی و جذبہ محنت کے ساتھ ساتھ قابلیت و اہلیت بھی شرط ہے۔ یہ خاص الخاص نمبر دیکھ کر اب یقین ہوگیا ہے کہ ہمارے بھائی مولانا راشد الحق میں الحمدللہ اہلیت بھی ہے،قابلیت بھی ہے،اخلاص بھی ہے،محنت وریاضت کا جذبہ بیتاب بھی ہے اور یہی وہ عناصر ہیں جو موتی کو گوہر آبدار بناتے ہیں اور پتھر کو سونا بناتے ہیں۔اتنی ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ کارنامہ انجام دے کر مولانا راشد الحق نے اپنے والد کے صحیح جانشین ہونے کا بھی ثبوت دے دیا ہے۔ان کے والد گرامی حضرت مولانا سمیع الحق شہید نے ''خطبات مشاہیر'' اور ''مکتوبات مشاہیر'' کے جو عظیم ذخائر ادبی و دینی دنیا کو فراہم کیے ہیں،''الحق'' کا مولانا راشد الحق کی ادارت میں یہ ادبی کارنامہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ مولانا راشد الحق تحریر و ادب کے میدان میں بھی اپنے والد کے نقش قدم پر ہیں۔ میں اس نمبر کو خاص نمبر کے بجائے ''خاص الخاص نمبر'' کہتے ہوئے اتنے قلیل وقت میں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے پر بھائی راشد اور ان کی پوری ٹیم کو دل سے مبارکباد اور تہنیت پیش کرتا ہوں۔ یقیناً یہ بہت بڑی ادبی اور دینی سوغات ہے،اس میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی زندگی ہی نہیں،پورے خطے کی سماجی زندگی کی تاریخ کی واضح جھلک بھی نمایاں ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی محنت قبول کرے اور بیش از بیش ترقیاں عطا فرمائے اور اپنے بزرگوں کی علمی اور دینی میراث کو آگے سے آگے بڑھانے کی ہمت وتوفیق دے۔(آمین)

- **مولانا اصلاح الدین حقانی** (شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ لکی مروت)

محترم المقام برادرم صاحبزادہ راشد الحق سمیع صاحب زیدمجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضرت الاستاذ شہید ناموس رسالت کی سوانح کا بیش بہا خزانہ آپ کی طرف سے وصول ہوا، جستہ جستہ مطالعہ بھی کیا،دلی سکون ملا کہ ہمارے محبوب استاد کی باقیات الصالحات اور اداؤں کو محفوظ رکھنے کے لئے تاحال اللہ تعالیٰ نے رجال کار کو باقی رکھا ہے جس طرح

حضرت شہیدؒ کی حیات جاوداں کا یقین ہے اس طرح آپ کی یہ کاوش ان کی کرامت ہونے کا بھی یقین ہے۔ بندہ آپ کی ذرہ نوازی کے لئے شکرگزار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔(آمین)

- **جناب شفیق احمد سلیم ملکانوی** (ناظم تعلیمات جامع مفتاح العلوم ،سرگودھا)

بخدمت جناب مخدوم زادہ مکرم حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ مزاج سامی بخیر وعافیت تمام ہوں گے۔

المرام یہ کہ آنجناب کی خدمت میں سب سے پہلے تو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اپنے حضرت والد گرامی رحمہ اللہ پر عظیم ضخیم اور وقیع نمبر شائع کیا اس سے زیادہ حضرت شہید رحمہ اللہ کو کیا خراج تحسین پیش کیا جاسکتا ہے اور حضرت شہیدؒ بجا طور پر اس کے مستحق بھی تھے اور ماشاء اللہ آپ نے حق ادا کردیا۔ ع ایں کار از تو می آید مرداں چنیں کنند

حضرت شہیدؒ اردو میں علمی و ادبی نگارشات میں نمایاں مقام کے حامل تھے،ان کی مصنفات و مؤلفات اس کا بین ثبوت ہیں۔

معلوم ہے دنیا کو یہ حضرت کی حقیقت
خلوت میں وہ مے خوار ہے جلوت میں وہ غازی

آپ نے اردو ہی میں یہ شاندار،دیدہ زیب اور وقیع نمبر شائع کر کے الولد سر لابیہ کا پورا پورا ثبوت دیا الحمدللّٰہ علی ذلك

جن جن حضرات نے آپ سے قلمی تعاون کیا سب کو اللہ تعالیٰ ڈھیروں ڈھیر جزائے اخیر عطا فرمائے،(آمین) اس قدر بہتات کے ساتھ حضرات کا متوجہ ہونا یہ عنداللہ مقبولیت کی علامت اور نشانی بھی ہے۔

آپ نے اس راقم آثم کو یہ عظیم نمبر ارسال فرمایا یہ آپ کی عنایت بے عنایت ہے،میں نے چوما،سرآنکھوں پر رکھا،صمیم قلب سے آپ کا شکرگزار ہوں،اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے اور دعاگوں ہوں کہ "تفسیر لاہوری" بھی جلد سے جلد منصۂ شہود پر آئے۔حضرت شہیدؒ اور پورے خاندان کے لئے صدقہ جاریہ ہے اور تادیر امت اس عظیم قرآنی کام سے متمتع ہو۔

ایں دعا از من راز جملہ جہاں آمین باد

بار دگر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کا ممنون احسان: شفیق احمد سلیم ملکانوی

● ڈاکٹر محمد امین صاحب (مدیر ماہنامہ ''البرہان'' لاہور)

ماہنامہ ''الحق'' کا دینی جرائد میں اہم مقام ہے۔ دینی مدارس کے جرائد عموماً اصلاحی نوعیت کے ہوتے ہیں لیکن ''الحق'' میں اہم علمی مقالات بھی شائع ہوتے ہیں اور اس نے کئی خاص نمبر بھی شائع کیے ہیں۔ زیر تبصرہ شمارہ مولانا عبدالقیوم حقانی اور مولانا راشد الحق سمیع نے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے اور یہ بڑے سائز کی چار جلدوں (کتابوں) پر مشتمل ہے۔ ہر جلد بڑی تقطیع پر تقریباً ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر جلد کے آخر میں اہم تصاویر موجود ہیں۔ ان چار جلدوں میں مولانا سمیع الحقؒ کا تذکرہ وسوانح فضل وکمال، عالمانہ ومحققانہ عظمت شان، محدثانہ جلالت قدر، تدریسی، تقریری، اصلاحی تصنیفی جہادی اور سیاسی کارناموں کا تذکرہ ہے۔ یہ بالخصوص افغانستان کے چالیس سالہ جہاد، مجاہدین کی سرپرستی، طالبان کی فتوحات وانقلابات میں تاریخی کردار، اہل علم و دانش کے دلچسپ تاثرات ومشاہدات، افادات وملفوظات اور بے شمار جواہر پاروں کا حسین مجموعہ ہے۔ اس میں مولانا شہید کی ایمان افروز داستان حیات، شہادت اور سفر آخرت پر نامور اہل قلم کی طرف سے خراج عقیدت ومحبت پیش کیا گیا ہے۔

● مولانا قاری محمد شاہ (مہتمم جامعہ سیدہ فاطمۃ الزہراء مانسہرہ)

عزیز القدر مولانا راشد الحق سمیع صاحب زید مجدکم۔ مدیر اعلیٰ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مخدومی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم نے ''الحق'' کی خصوصی اشاعت بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ تحفتاً عنایت فرمائی۔ آپ ''الولد سر لابیہ'' کے صحیح مصداق ٹھہرے ہیں، آپ نے اپنے عظیم والد، عظیم قائد، عظیم عالم کی یاد میں بہت وقیع نمبر شائع کر کے محبتوں کا تاج محل نئے سرے سے قائم کردیا ہے۔ حضرت حقانی مدظلہم کے ساتھ کئی مرتبہ دارالعلوم حقانیہ آتا جاتا رہا ہوں، کرم نوازی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے سٹیج سے اعلان کردیا کہ تلاوت کریں، چنانچہ دوسرے دن میری تلاوت سے شاید تعزیتی مجلس کا آغاز ہوا تھا مگر تا حال آپ سے شرف ملاقات نہیں ہوئی، حضرت شیخ الحدیثؒ کی یاد میں میرا بھی ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔ میری طرف سے اور جامعہ فاطمۃ الزہراء کے علماء کرام اور عالمات کی طرف سے ہدیہ تبریک قبول فرمائیے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد فضل عظیم اسعد
مہتمم اسعد دارالعلوم معیار، دیر پائین

ہمارے شیخ سب کچھ تھے مفسر تھے، محدث تھے

(واردات قلبی براستہ سفر جنازہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ)

حضرت مولانا محمد فضل عظیم صاحب مدظلہ کا یہ گرانقدر مرثیہ "خصوصی نمبر" کے لئے ارسال ہوا تھا بدقسمتی سے فائلوں اور ہزاروں صفحات میں کہیں دب گیا تھا، ادارہ اس کی اشاعت کی تاخیر پر حضرت سے معذرت کرتا ہے

ستارے ٹوٹتے ہیں آسماں گرنے کو ہے یارب — سمیع الحق ہمارے شیخ پر نالاں ہیں یہ سب
شمر یہ کون تھا جس نے چلادی تیغ بیدردی — کہ اس پیرکہن کو خون میں نہلادیا بے ڈھب
یہ کون سا جرم تھا ان کا جو تھا برداشت سے باہر — کہ کس نے کی یہ جاسوسی؟ یہ کون تھا وارث غضب
ہمارے شیخ سب کچھ تھے، مفسر تھے، محدث تھے — مجاہد تھے، مدرس، مہتمم تھے صاحب منصب
عظیم قائد تھے جے یو آئی کے اعلیٰ مقام والے — خلا یہ کون کرے گا پُر کہ ہوگا ان سا وہ اب
مناصب ان کے اتنے تھے اور کرتے وہ کام اتنے — خلا وہ چھوڑ گیا اتنا کہ کیسا ہوگا پُر یہ کب
جنازہ میں بڑے عالم، بزرگ وغازی لیڈر ہیں — عوام، طلاب وحکام، آخری دیدار ہے مطلب
یہ سب حیران پریشان ہیں، وطن میں کھیل یہ کیا ہے؟ — سکھاتے کون سفاکوں کو سفاکی کے یہ کرتب؟
لہو میں شیخ کو دیکھا تو دل بھر آیا آنسو بھی — ہوا حقانیہ نالاں، ہم سب کا بڑا محب
بڑا ہے المیہ، رب کے سوا فریاد رَس ہے کون؟ — جگہ فریاد کی کوئی نہیں، آئے کوئی غم جب
ہر اک رُخ سوالیہ ہے، یاالٰہی ہورہا ہے کیا؟ — ہر اک ہے فکر کی دنیا میں ڈوبا، خاموشی برلب
سنو! اے ظالمو! تم نے حیات جاودانی دی — بگاڑا ان کا کیا؟ تم چھوڑ گئے اسلام کا مذہب
اگر انوار حق، حامد و راشد، اسامہ و خزیمہ — نہ ہوتے ٹھیک ہے پھر ہوتے دشمن ظالمان خوش تب
بہت ہیں شیخ کے وارث، ہوئے شیخ اور بھی زندہ — شہادت جمعہ پر جنت کا سیدھا مل گیا مرکب
مرے فضل عظیم اسعدؔ کی ہے پھر عہد کی تجدید — کہ ہم مشن شہیدوں کو رکھیں گے زندہ روز وشب

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

جامعہ کے ششماہی امتحانات اور تعطیلات

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ششماہی امتحانات ۸؍دسمبر سے شروع ہوکر ۱۴؍دسمبر تک جاری رہے۔ امتحانات کی نگرانی مہتمم جامعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ اور نائب مہتمم حضرت مولانا حامدالحق حقانی صاحب مدظلہ نے خود فرمائی۔ امتحانات کے بعد طلباء کرام کو دس دن کی تعطیلات دی گئیں اور ۲۵ دسمبر سے الحمدللہ دوبارہ اسباق کا آغاز ہوا۔

حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات

☆ ۲؍دسمبر کو حضرت مولانا امان اللہ حقانی سابقہ ایم این اے اوران کے ساتھ آئے ہوئے وفد نے شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کی۔

☆ ۱۸؍دسمبر کو حضرت مہتمم صاحب نے مردان سپین خاک میں ایک روحانی تقریب و اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اسی طرح ۲۰ دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے خانقاہ نقشبندیہ دارالعلوم صدیقیہ صوابی کے روحانی اجتماع سے خطاب فرمایا۔

☆ ۲۵ دسمبر کو حضرت مولانا اسماعیل صاحب استاد الحدیث دارالعلوم کبیر والا جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے تفصیلی ملاقات فرمائی۔

☆ ۲۵؍دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ باباجی کی افتتاحی تقریب کے لئے تشریف لے گئے اور دعا فرمائی۔

حضرت نائب مہتمم صاحب کی مصروفیات

☆ افغانستان کے وزیر تعلیم اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور سابق مدرس حضرت مولانا عبدالباقی حقانی صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ، نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب اور مدیر "الحق" مولانا راشدالحق سمیع و دیگر شیوخ واساتذہ سے تفصیلی ملاقات کی اور طلبہ کرام سے خطاب فرمایا۔

☆ والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب متحدہ عرب امارات کے دورے پر تشریف لے گئے جہاں انہوں نے مختلف تقریبات میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور خطابات فرمائے۔

☆ ۱۴ر دسمبر کو شمالی وزیرستان قومی جرگہ کے وفد نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں نائب مہتمم والد مکرم مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ سے ملاقات کی اور اپنے قومی مسائل سے انہیں آگاہ کیا۔

☆ زڑہ میانہ ضلع نوشہرہ میں ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی اور مفصل خطاب فرمایا۔

☆ حضرت والد مدظلہ نے مردان میں شیخ القرآن قاضی عبدالہادی رستمیؒ کی یاد میں منعقدہ تعزیتی تقریب میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا، مولانا حقانی نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم قاضی عبدالہادی رستمی قد آور علمی روحانی شخصیت تھے انہوں نے ساری زندگی قرآن و سنت کی اشاعت میں گزاری، وہ دینی شخصیت اور حق گو عالم دین تھے۔ قاضی عبدالہادی رستمیؒ ہمارے دادا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خصوصی شاگرد رہ چکے ہیں۔ ان کی دینی درسی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ تقریب کے میزبان حضرت مولانا قاضی عبدالہادی رستمی کے فرزند اور جانشین مولانا قاضی فتح الباری رستمی تھے۔

وفیات

☆ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مدرس و مفتی مولانا مختار اللہ حقانی کے والد اور والدہ دونوں ایک ماہ کے اندر اندر انتقال فرماگئے، شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ جہانگیرہ گئے اور مہتمم صاحب نے نماز جنازہ پڑھایا، ادارہ مفتی صاحب کیساتھ دلی تعزیت کرتا ہے

☆ ۹ر دسمبر کو حضرت مہتمم مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ قریبی عزیز لازم خان کی فوتگی پر تشریف لے گئے اور ان کا نماز جنازہ پڑھایا۔

☆ جامعہ دارالعلوم کراچی کے اساتذہ حضرت مولانا نعمت اللہ چترالی صاحب (روزنامہ اسلام مدیر مولانا محمد شفیع چترالی صاحب کے سسر) ۲۱ر دسمبر کو اور حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی صاحب ۲۳ر دسمبر کو بقضائے الٰہی انتقال فرماگئے مرحومین دارالعلوم کراچی کے قابل اساتذہ میں شمار ہوتے تھے، اسی طرح جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے قدیم استاد حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانوی بھی ۲۸ر دسمبر کو خالق حقیقی سے جاملے۔ چارسدہ کے مشہور بزرگ شوڈاگئی باباجی اور ختم نبوتؐ کے مرکزی رہنما مولانا اکرم طوفانی صاحب ۲۶ر دسمبر کو وفات پاگئے، تمام مرحومین کے رفع درجات کیلئے دارالعلوم میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔

مولانا محمد اسلام حقانی

تعارف وتبصرہ کتب

- **تشریح حدیث ام زرع** افادات: شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ

ضبط وترتیب: مولانا ولی الرحمن حقانی ترتیب، تخریج وتعلیق: مفتی بخت شید

ضخامت: ۶۵ صفحات ناشر: جامعہ حنفیہ کوٹھا صوابی 03109998994

حدیث ام زرع ذخیرہ احادیث میں ایک معروف حدیث ہے، جس میں گیارہ خواتین اپنے شوہروں کی صفات اور انداز معاشرت بیان کرتی ہیں، ان میں ام زرع بھی شامل تھی، جنہوں نے اپنے شوہر کی صفات حسنہ کا ذکر کیا ہے، یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، اس میں انداز معاشرت، معارف وحکم، فصاحت و بلاغت اور ادبیت بدرجہ اتم موجود ہے اس وجہ سے اہل علم اس کی تشریح وتوضیح اپنے اپنے انداز میں کرتے رہے ہیں، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ) بھی درس کے دوران اس کی شرح فرماتے تھے، ان کے ایک ہونہار شاگرد مولانا ولی الرحمن حقانی نے اسے قلم بند کیا اور مفتی بخت شید صاحب نے تخریج وتحقیق کی ذمہ داری نبھائی، اب یہ ایک جامع رسالہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے، رسالہ کا عالم، طالب علم اور عام مسلمانوں کے پاس ہونا ضروری ہے۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

- **یادداشت: پارلیمانی معرکہ اسلام وقادیانیت ایک مستند دستاویز**

تصنیف: مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم تدوین نو: ڈاکٹر زاہد اشرف ضخامت: ۲۲۴ صفحات

ناشر: مکتبہ المنبر عبدالرحیم اشرف ٹرسٹ جامعہ شریعت سرگودھا روڈ فیصل آباد رابطہ نمبر 0418847601

عقیدہ ختم نبوتؐ دین اسلام کے عقائد میں سے ایک بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے، ہر عہد کے مسلمانوں نے بلا تفریق مسلک مل کر اس عقیدہ کی حفاظت کی ہے، جان و مال کی قربانیاں دے کر اس پر کسی قسم کا آنچ نہ آنے دیا، انگریز دور استعمار میں انگریز ہی کے ایما وتحریک پر برصغیر میں جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مسلم امہ نے ہر محاذ پر اس ناسور کا مقابلہ کیا۔ علمائے کرام نے تقریر وتحریر ہر دو میدانوں میں ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دیں۔ انہیں اکابر میں سے ایک نام

مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ کا بھی ہے۔ انہوں نے تقریر کے ساتھ تحریر کے میدان میں بھی اس کذاب کا مدلل انداز میں محاسبہ کیا۔ آپ ایک قابل احترام بزرگ، وحدت امت کے داعی و عالم بردار تھے، اس لئے ہر مکتب فکر کے علماء ان کا بے حد احترام کرتے تھے، تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی مہارت رکھتے تھے، آپ قادیانیت کے مذموم مقاصد اور خطرناک اثرات سے بخوبی آگاہ تھے، اس لئے ہمہ وقت اس کافرٹولہ کے تعاقب میں متحرک رہتے تھے، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کے دنوں میں آپ نے ایک ایسی ''دستاویز'' مرتب کی جو مرزا قادیانی کی تصانیف کے ان اقتباسات پر مشتمل تھی جو ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کیلئے کافی تھی اور وہی دستاویز اس وقت انہوں نے اراکین پارلیمان کے سامنے بھی پیش کی تھی، اس کے علاوہ اس موضوع پر انہوں نے متعدد رسائل اور کتابیں بھی لکھیں۔ زیر تبصرہ کتاب ''یادداشت پارلیمانی معرکہ اسلام و قادیانیت ایک مستند دستاویز'' مرحوم کے مضامین کا مجموعہ ہے، اس غیر مطبوعہ یادداشت اور دستاویز کو ان کے لائق و فائق فرزند ڈاکٹر زاہد اشرف صاحب نے مدون کرکے زیور طبع سے آراستہ کیا، ڈاکٹر صاحب اس اہم دستاویز کے تدوین نو پر لائق صد تحسین ہے، ان کا یہ کارنامہ قابل تبریک و لائق تقلید ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر ایک مفید اور علمی لٹریچر کا اضافہ کردیا اور اسے منظر عام پر لانے کی سعادت حاصل کی، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو مصنف کیلئے رفع درجات کا وسیلہ اور ڈاکٹر صاحب کیلئے مزید علمی ترقیات کا ذریعہ بنادے (آمین)

- **مہتمم کی ڈائری** مرتب: مولانا محمد اسحق ملتانی

ضخامت: ۴۹۵ صفحات ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان، رابطہ نمبر 03226180738

کسی مدرسہ، مسجد یا کسی بھی دینی ادارے کا اہتمام و انصرام جہاں ایک طرف بڑی سعادت اور خوش نصیبی اور صدقات جاریہ کا ایک جہاں ہے وہاں نہایت ہی پرخطر اور قدم قدم پر کانٹوں سے بھری وادی بھی ہے، اس حوالے سے ہمارے اسلاف نے اس میدان میں خلوص، تقوی، للّٰہیت اور انتظام کیلئے عجیب مثالیں قائم کی ہیں، آج کے دور میں بھی جو مہتمم اکابر کے انہیں اصولوں وضوابط کو بروئے کار لاکر اور انہیں شرائط وقوانین کی پاسداری کرتے ہوئے ایک اچھا مہتمم اور بہترین منتظم بن سکتا ہے، دینی مدارس کے مہتممین اور منتظمین کی رہنمائی کیلئے ہمارے اکابر نے بہت کچھ کہا اور لکھا ہے لیکن اکابر کے وہ نصائح اور تجربات، مشاہدات و تاثرات مختلف کتابوں اور مجلات میں منتشر اور

بکھرے پڑی تھیں ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی ماہر عالم اسے یکجا کتابی صورت میں مرتب کرے اور زیور طباعت سے آراستہ کرکے منظر عام پر لانے کی سعادت حاصل کرے، اللہ تعالیٰ نے اس قابل قدر کام کی تکمیل مولانا محمد اسحاق ملتانی صاحب کے حصے میں لکھی تھی ،انہوں نے نہایت عرق ریزی اور جانفشانی سے وہ منتشر لوازمہ یکجا کرکے کتابی صورت میں شائع کیا

زیر تبصرہ کتاب ''مہتمم کی ڈائری'' دینی مدارس کے اہتمام و انصرام کے حوالے سے ہمارے اکابر و علماء کے نصائح کا ایک حسین گلدستہ ہے جس میں مولانا اسحٰق ملتانی صاحب نے مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا عبدالحق، مولانا سرفراز خان صفدر، مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا نذیر احمد اور قاری رحیم بخش رحمہم اللہ وغیرہ کے تجربات و مشاہدات، نصائح وعبر، خطبات و ملفوظات کونہایت خوبصورتی سے شامل کیا ہے، یہ ایک خوبصورت مجموعہ ہے جس کی مہک سے اب بھی دینی مدارس میں وہی رونق اور شادابی آسکتی ہے جو ماضی قریب میں ہمارے اکابر کے بابرکت وجود سے موجود تھی، یقیناً اکابر کی نصائح و تجربات سے مستفید ہونا اس پرآشوب اور پرفتن دور میں ہر مہتمم و منتظم کیلئے نہایت ضروری ہے، یہ مجموعہ مولانا محمد اسحٰق ملتانی کا ایک قابل قدر کارنامہ اور لائق صد تحسین کاوش ہے، مہتممین و منتظمین مدارس حضرات کیلئے یہ ایک قیمتی سوغات اور انمول تحفہ ہے جس سے مستفید ہوکر اپنے جامعات و مدارس کو دینی و روحانی ترقی کے بام عروج تک پہنچا سکتے ہیں۔

- **رب کے احسانات** تالیف: مولانا گل رئیس نقشبندی مجددی مرتب: مولانا محمد عبداللہ حقانی

ضخامت: ۱۶۷ صفحات ناشر: قاسم نانوتوی لائبریری جامعہ دارالھدیٰ جامن روڈ بنوں 0336585666

ہر انسان چاہے مسلمان ہو یا کافر اس پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات ہیں، خصوصاً مسلمان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور بھی زیادہ ہیں، جس کی شکرگزاری بندہ پر لازمی ہے، انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا استحضار رکھے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے، پیر طریقت حضرت مولانا گل رئیس خان نقشبندی صاحب (خلیفہ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی) کو جنھوں نے ان احسانات کے استحضار اور اللہ تعالیٰ کی محبت پانے کے لئے ایک لاجواب کتاب تحریر فرمائی جوکہ اسم ذات کی برکات و مقاصد ،ذکر اللہ، امت پر اجتماعی احسانات، امت کے ہر فرد پر انفرادی احسانات جیسے اہم عنوانات و ابواب پر مشتمل ہے، کتاب کی ترتیب واشاعت کا بیڑہ آپ کے

قابل ولائق فرزند صاجزادہ مولانا محمد عبداللہ حقانی نقشبندی نے اٹھایا، جس میں آپ ہر لحاظ سے کامیاب نظر آئے ہیں، ٹائٹل دلکش، چھپائی دورنگہ، سفید کاغذ اور مضبوط جلد پسندی، مکتبہ عمر فاروق پشاور کے علاوہ مرتب سے بھی طلب کرسکتے ہیں۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

● باتیں تڑپا دینے والی — مرتب: ماسٹر ابوعثمان عبدالرؤف (لودھراں)

ضخامت: ۲۲۴ صفحات — ناشر: مکتبہ صفدریہ نزد مدینہ مسجد ماڈل ٹاون بی بہاولپور 03017790908

اہل علم و اہل معرفت کے ملفوظات اور واقعات اپنے اندر مسلمانوں کیلئے حیات نو کا پیغام اور تجدید عہد کا ساماں رکھتے ہیں، دوران مطالعہ کبھی کبھار ایسے واقعات وملفوظات سامنے آتے ہیں جو آدمی کی زندگی میں ایک انقلاب رونما کردیتا ہے تاہم اگر انہی ملفوظات و واقعات کو قلمبند کر کے کتابی صورت میں مرتب کردیا جائے تو یہی علمی وادبی تراشے آئندہ نسلوں کیلئے مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں اور اہل علم ایسے کر بھی رہے ہیں اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

زیر تبصرہ کتاب "باتیں تڑپا دینے والی" بھی اس سلسلے کی ایک اہم کتاب ہے جو محترم ماسٹر ابو عثمان عبدالرف صاحب (لودھراں) کی وسعت مطالعہ کی عکاس اور ان کے مطالعے کا نچوڑ ہے، انہوں نے کتاب کے مواد کو انتہائی عمدہ پیرایے میں مرتب کیا ہے جس میں قارئین کیلئے علمی نکات کے علاوہ معلومات اور دلچسپی کا سامان بھی ہے، اصلاح نفس، تزکیہ قلب اور تعمیر اخلاق کے حوالے سے یہ ایک گنجینہ، قیمتی سوغات اور انمول تحفہ ہے، عامۃ الناس اور خواص دونوں یکساں طور پر اس کاوش سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

● دحرمینو سفر (پشتو سفرنامہ) — تالیف: مولانا امان اللہ ثابت

ضخامت: ۲۰۶ صفحات — ناشر: مکتبہ محمد الانوار 03348311050

حرمین شریفین کی زیارت کرنا ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے، جن خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت نصیب فرمائی ہے وہ اپنے اس عاشقانہ سفر کی روداد مختلف اسالیب سے بیان کرتے رہتے ہیں اور اسے قلم وقرطاس کی زینت بھی بناتے ہیں، انہی خوش نصیب حضرات میں مولانا امان اللہ ثابت حقانی بھی ہیں، جنہوں نے ۲۰۱۸ء میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور اپنے اس روحانی احوال لکھے، وہاں اپنے مشاہدات اور تاریخی مقامات کی سیر کے ساتھ ان مقامات کے بارے میں بھی بہت وضاحت سے لکھا ہے، کتاب پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنف کے ساتھ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں گھوم پھر رہا ہوں، کتاب کے آخر میں عمرہ ادا کرنے کا طریقہ بھی ہے، کتاب پشتو جاننے والے حضرات کیلئے ایک روحانی سوغات سے ہرگز کم نہیں۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)